

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ
صَفَّاكَانَهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوعٌ (القرآن)

(بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں)

اسلام کے چار عظیم جہاد

(۱) اور

اُن کے حیرت انگیز کارنامے

(حضرت سعد بن ابی وقاص (فاریح ایران)، (۲) حضرت خالد بن ولید (فاریح عراق و شام)،
(حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (فاریح شام)، (۳) حضرت عمرو بن العاص (فاریح مصر و فلسطین)

مرتبہ: حفیظ اللہ خان منظر

رابعہ بک ہاؤس، بجٹی مارکیٹ، انارکلی، لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

DATE RECEIVED

حفیظ اللہ خان منظر

ناشر

رابعہ بک ہاؤس لاہور

ادارہ

۱۹۸۱ء

بار اول

حسین احمد کیلانی تلمیذ سید نفیس رحمہ اللہ

خوشنویس

ایک ہزار

تعداد

آرکیو پرنٹرز لاہور

مطبع

حفیظ اللہ خان منظر مکان ۱۱ گلی ۲۹

ملنے کا پتہ

بی بی پاک دامن لاہور

قیمت 18/- روپے

۲۹۷۹۹۲۲

۲۸۳

۲۳۲۲۸

انتساب

بحضور

سرور کائنات

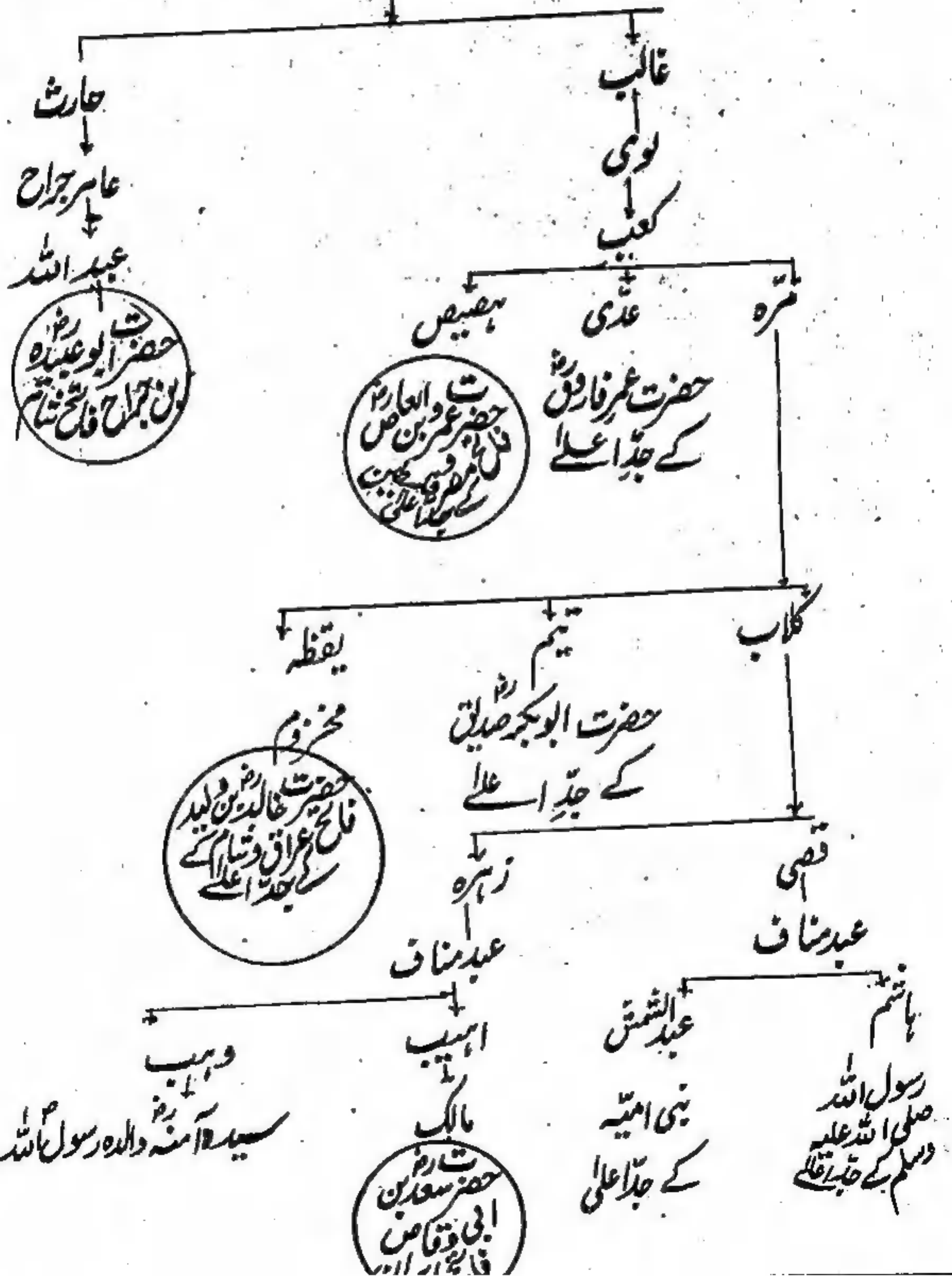
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

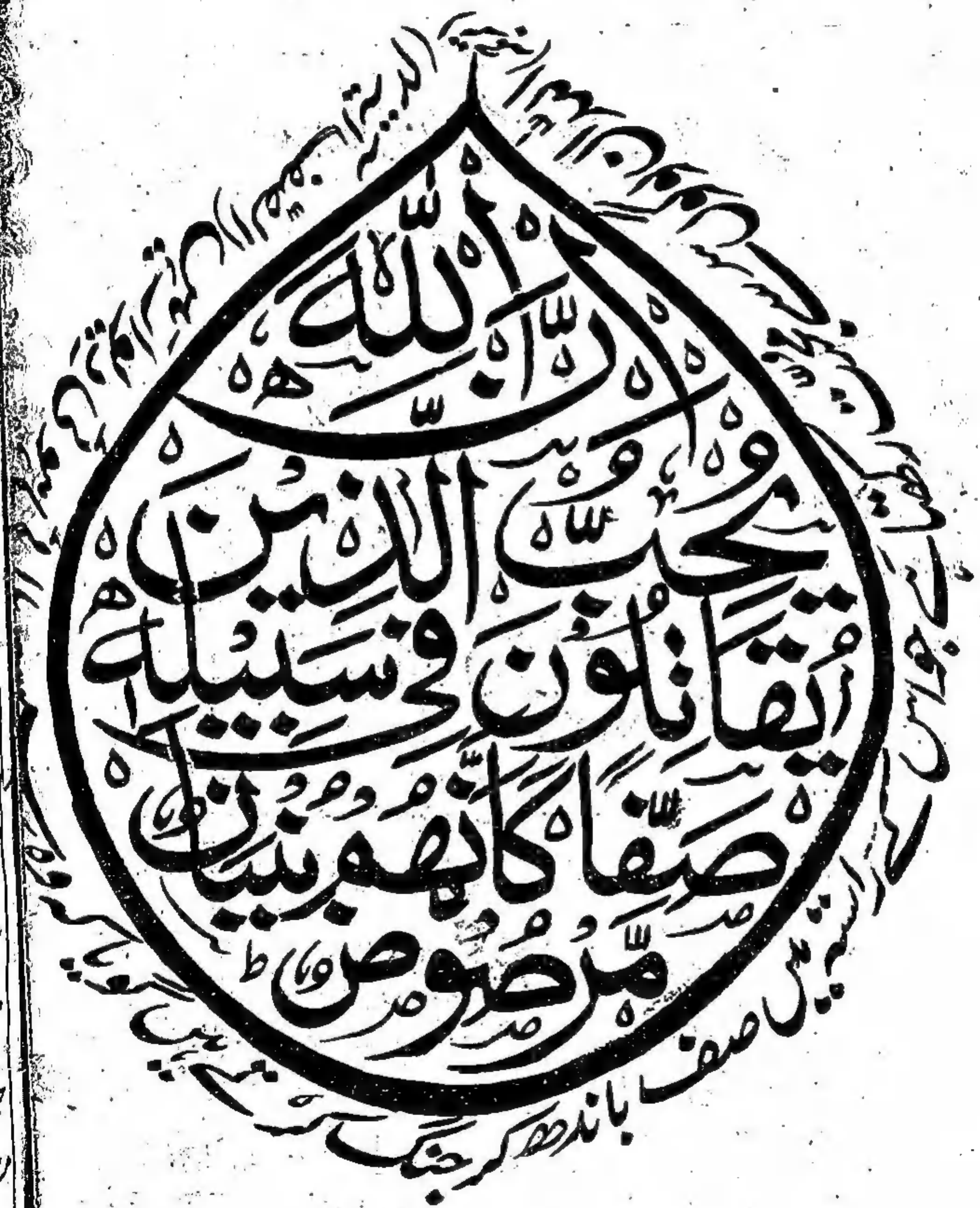
مآخذ

قرآن حکیم	_____	احادیث نبویؐ
تاریخ اسلام	_____	مؤلفہ عبد الرحمن شوق
عشرہ مبشرہ	_____	قاضی حبیب الرحمن
شاگردان رسولِ انام	_____	غلام دستگیر نامی
حضرت ابو عبیدہؓ حضرت سعد بن قاص	_____	غلام دستگیر نامی
الفاروق	_____	علامہ شبلی نعمانیؒ
کاروان اسلام	_____	رئیس احمد حقفری
اکابر اسلام کے آخری لمحات	_____	مولانا ابوالکلام آزاد
خالد بن جرار	_____	غلام دستگیر نامی
خالد بن ولید	_____	سید نظر زیدی
خالد بن ولید	_____	خورشید احمد اللہ
الاصابہ فی تمیزان الصحابة	_____	شہاب الدین ابی الفضل بن علی بن
		حجر العسقلانی (مطبوعہ بیروت)
تاریخ انجیس	_____	الامام الشیخ حسین بن محمد بن الحسن
		الدیار بکیری (مطبوعہ بیروت)

شجرہ نسب چار کشور کشا صحابہ رسول ﷺ

فہد بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکتہ بن الیاس بن بصر بن نزار بن موہبن علیہ السلام





فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۳	جناب فقہاء ایرانی ہا حقیتوں کے متعلق ہیں	۱۷	شجرہ نسب چار کشور کشا صحابہ رسولؐ
"	ایرانی ہا حقیت "ایض" کی آنکھوں میں برچھے	"	پیش لفظ
۳۵	ایرانی نو لادیں زیریں بے کار ثابت ہوئی	۱۷	(۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
۳۶	ایرانی سپہ سالار رستم کی ہلاکت	"	ابتدائی حالات
"	نامہ فتح دربار خلافت	۱۸	فضائل
۳۷	تسخیر بابل ۱۵ھ	"	خدمات
۳۸	تسخیر کوش ۱۵ھ	۲۰	روائی لشکر اسلام زیرِ کمان حضرت سعدؓ
"	تسخیر بہرہ شیر ۱۵ھ	۲۱	سفرائے اسلام و دربار یزدگرد
۴۰	بحرِ ظلمت میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے	۲۲	جناب طلحہؓ کی بہادری
۴۱	تسخیر مدائن ۱۵ھ	۲۴	جنگ قادسیہ ۱۶ھ
"	قصر کسریٰ میں نماز جمعہ	۲۸	اسلامی جنگی طریقہ
۴۳	مسلم افواج کی راست بازی ادبیات داری	۲۹	عرب گھڑ سواروں کا ایرانی فیل شبنم مقلد
"	مالِ عنیت میں	۳۰	مسلمانوں کے مصنوعی ہاتھی
۴۴	مصر کے جلولا ۱۶ھ	۳۱	جناب ابو محجن ثقفی کا جذبہ جہاد
۴۵	وفات امیر لشکر حضرت مقدین دناص ۱۵ھ	۳۲	مشہور شاعرہ خنساء کا اپنے بیٹوں کے خطاب
۴۶	حضرت خالد بن ولیدؓ (فاتح عراق) (شام)	"	جناب فقہاء کی تدبیر جنگ
"	ابتدائی حالات	۳۳	جناب عمر مہدیؓ کا ہاتھی پر حملہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۷۰	تسخیر حصن المرادہ	۴۸	قبول اسلام
۷۰	جنگ جوئے تنار	"	سریہ موتہ ۳۵ھ
۷۱	جنگ دبحہ	۵۰	شہادت زید بن حارث اور حضرت جعفرؓ
۷۲	جنگ البیں	"	بن ابی طالب
۷۳	اہل حیرہ کی سرکوبی	"	لڑتے ہوئے حضرت خالد بن ولید کے
۷۴	الانبار پر چڑھائی	"	ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں
۷۴	مسلم تیراندازوں نے ایرانیوں کی ایک	۵۱	رسالت مآبؐ نے خالدؓ کی بہادری پر
"	ہزار آنکھیں چھید کر رکھ دیں۔	"	سیف اللہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔
۷۵	معرکہ عین التمر	۵۶	محرکہ فتح مکہ میں خالد کی تلوار کا چمکنا
۷۷	فتح دومتہ الجندل	۵۲	خالد بن ولید بت شکن
۷۸	جنگ حصید	"	خالد بن ولید مبلغ اسلام
۷۹	معرکہ مضیع	۵۳	خالدؓ غزوہ حنین میں
۸۰	تسخیر شناد لبشر	۵۴	غزوہ تبوک میں ۹۰ھ
۸۰	معرکہ فراض ۱۲ھ	۵۵	اکیدر سے مقابلہ
۸۲	شام پر یلغار ۱۳ھ	۵۸	جھوٹے مدعی نبوت طلحہ سے مقابلہ
۸۲	جنگ دمشق ۱۳ھ	۶۰	جھوٹی مدعیہ نبوت ارم زمل کی ہلاکت
۸۵	عامل شام	"	جھوٹے مدعی نبوت سیدہ سے جنگ
۸۶	وفات خالد جبارؓ ۲۱ھ	۶۴	سیدہ کذاب کا قتل
۸۸	حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح (فاتح شام)	۶۶	عراق کی طرف پیش قدمی ۱۲ھ
"	ابتدائی حالات	۶۹	جنگ سلاسل

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۲۸	مبلغ اسلام کی حیثیت میں	۹۳	بحیثیت امیر لشکر
۱۲۹	نامہ مبارک بنام شاہ عثمان بے کرمان	۹۴	جنگ ابی المقدس ۱۲ھ
۱۳۰	عبدالرحمن بن عمر بن العاص کے مکالمے	۹۵	طرابلس کے حاکم اعلیٰ بطریق قتل
"	جینر کا اسلام قبول کر لینا ۸ھ	۹۶	جنگ قنسرین ۱۲ھ
۱۳۱	تقریر بہ تحقیق زکوٰۃ	۹۷	بارہ بہادران اسلام کی حیرت انگیز مہم
۱۳۲	شاہ روم ہرقل کی ۹۰ ہزار فوج سے مقابلہ	۱۰۰	جنگ بعلبک ۱۲ھ
"	مسلمانوں کی تعداد چھپنیں ہزار	۱۰۷	ویکٹر فتوحات
۱۳۴	جنگ اجنادین ۱۳ھ	۱۰۹	جنگ حمص ۱۲ھ
۱۳۸	جرجہ نامی رومی پیلوان کا خالکو	۱۱۰	عجیب تجویز، احد کا میاں
"	پکارنا۔ اس کا مسلمان ہونا اور دیوں	۱۱۲	فتح لاذقیہ ۱۲ھ
"	سے لڑنا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں رطائی کے	۱۱۳	رومی فوجوں کا انطاکیہ میں اجتماع
۱۴۰	سبب قضا ہو گئیں	۱۱۶	مسلمان یرموک میں جنگ کے لیے آگئے
۱۴۱	فتح اجنادین ۱۳ھ	"	جنگ یرموک ۱۵ھ
"	محاصرہ بیت المقدس	"	مسلم افواج کی تعداد چونتیس ہزار تھی
۱۴۲	امیر المومنین حضرت عمر کا سفر بیت المقدس	"	ہزاروں دیوں کا دولاکھ کا ٹڈی دل
۱۴۳	عہد نامہ صلح	۱۲۳	فتح یرموک ۱۵ھ
۱۴۵	فتح مصر ۲۰ھ	۱۲۶	حضرت ابو عبیدہ کے آخر لمحات ۱۸ھ
۱۴۷	ذمی رعایا سے مسلمانوں کا سلوک	۱۲۷	حضرت عمر بن العاص دلتخ مصر و فلسطین
"	سکندریہ پہ چڑھائی	"	ابتدائی حالات
۱۴۹	اسلامی فوج کا قلعہ میں گھسنا	"	قبول اسلام

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۲	عمر بن العاص بحیثیت گورنر جنرل مصر		عمر بن العاص کا مقدمہ ہو جانا اور حکمت
۱۵۳	یاد رفتہ اور حضرت عمر بن العاص		عملی سے بچ کر نکل آنا۔
۱۵۴	حضرت عمر بن العاص کے آخری لمحات	۱۵۰	مردہ فتح دربار خلافت میں ۲۱ھ
"	عظیم جرنیل کے آخری کلمات ۲۳ھ	۱۵۱	مزید فتوحات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

پیش لفظ

دنیا بھر کی تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ قرنِ اوّل کے مسلمان مجاہدین شجاعت اور بہادری میں یکتا و بے مثال تھے۔ ان کی قلیل تعداد بھی دشمن کی کثیر تعداد پر اکثر بھاری رہی۔ ان کے عزم اور پیش قدمی نے دشمن کی مضبوط صفوں کو بھی چیر کر رکھ دیا۔ توپوں کی آگیں ٹھنڈی کر دیں۔ ان کے تیروں کے سامنے فیل نشین بھی جم کر نہ ٹڑ سکے۔ تلواروں کے دھنی ہونا تو ان کا خاصہ اور کمال تھا۔ مگر خدا کے کرم و فضل سے ہمارا

ع بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس کے برعکس اسلام کے دیگر عظیم جرنیلوں کا تو کیا کہنا۔ ان کی سیاست اور بہارتِ جنگ مشعلِ راہ ہے۔ دنیا بھر کے ترقی یافتہ اور سند یافتہ غیر مسلم جرنیل ہمارے عظیم جرنیلوں کے شاندار کارناموں سے ضرور مضبور و متاثر ہوتے ہوں گے۔

مخالفین اسلام اسلام کو جہاد کا مذہب کہتے ہیں اور اس کی ترقی اور پھیلنے کا سبب جنگ اور تلوار بتاتے ہیں۔ مگر وہ تاریخ کے ان سینکڑوں صفحوں کو پڑھ جانے کے بعد ذرا بھر بھی غور نہیں کرتے۔ جن میں مسلمانوں پر اور ان کی بے گناہ عورتوں پر بڑھوں اور معصوم بچوں پر مکہ اور شہبِ ابی طالب میں جو ظلم اور ستم توڑے گئے اور آب و دانہ بند کر دیا گیا۔ باہمت مسلمانوں نے

تین سال تک درختوں کے پتے کھا کھا کر اپنی بھوک کو مٹایا اور چہرہ بھگو بھگو کر پیاس کو بجھاتے رہے۔ آخر خدا نے ان کی مدد فرمائی۔ اسلام جوں جوں پھیلتا بھوتاتا جاتا تھا۔ توں توں دشمنوں کی نیندیں حرام ہوتی جاتی تھیں اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں پر سختیاں کرنے لگے تھے۔ کئی شہید کر دیئے گئے۔ اور اہل اسلام کو تنگ اور پریشان کرنے کا ایک بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کچھ عیشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ تو وہاں بھی ان کا تعاقب کر کے انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیا گیا۔ غرض مجبور دیے کس مسلمانوں کا عرصہ حیات ایسا تنگ کیا گیا کہ وہ اپنا آبائی شہر (مکہ) اور گھر بار بھی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اور خالی ہاتھوں اپنی جائیں بچاتے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں بھی مخالفین نے مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیا اور ان پر زبردستی جنگ بھڑکائی دی گئی۔ آخر کار وہ اپنے تحفظ اور دفاع کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں مسلمانوں کے شامل حال ہو گئیں۔

اگر اسلام کی اصلیت کا حال معلوم کرنا چاہو۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اسلام کا قتل خون ریزی سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو انصاف پروری اور صلہ رحمی کا درس دیتا ہے۔ برائی کرنے والوں کے ساتھ درگزر کرنے اور خطا کاروں کو بھی معاف کر دینے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ان امور کے مطابق قرآن شریف اپنے ماننے والوں کو یہ ہدایت کرتا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يَقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا لَهُمْ
اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ه وَتَقْلُومُ
حَيْثُ تَقِفُ مَوَدَّةٌ وَآخِرُ حُجُومُ

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔ جو تم سے
لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ زیادتی
کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور انہیں قتل
کر دو جہاں پاؤ۔ اور انہیں نکال دو جہاں

مِنْ حَيْثُ أَخْرِجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ
أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى
يُقَتِّلُوكُمْ فِيهِ ۚ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ
فَاتَّبِعُوهُمْ ۚ كَذَلِكَ حِزْمُ
الْكُفْرِ ۚ فَإِنْ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ
اللَّهِ عَفْوَ الرَّحِيمِ ۚ وَ
قَتَلُوكُمْ حَتَّى لَا تَكُونُوا
فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ
أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا
عَلَى الظَّالِمِينَ ۚ (البقرة)

سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور فساد
قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام
دیت اللہ میں ان سے نہ لڑو۔ جب تک
کہ وہ تم سے یہاں نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم
سے لڑیں تو تم بھی انہیں قتل کر دو۔ کافروں
کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ
بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے اور
ان سے یہاں تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے
اور اللہ کا دین قائم ہو جائے۔ اگر وہ باز
آجائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر سختی
جانز نہیں۔

اسلام اور جہاد لیکن جہاد کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنا دفاع کر
سکیں اور حق اور اہل حق کے سرچڑھنے والے دشمنوں کو ان
کی عداوت اور شرارت کا معاوضہ دیا جاسکے۔ تاکہ پھر وہ لوگ خدا کے بندوں کو
ستانے اور حق کو دنیا سے مٹا دینے کا خیال دل سے نکال دیں۔

جزیرہ ہاں صرف حفاظت جان و مال اور قیام امن کی ذمہ داری کے لیے جو مسلمان
کو مفتوحہ اقوام کے واسطے برداشت کرنا پڑتی تھی۔ ان پر ایک خفیف سا
یکس (جزیرہ) کے نام سے لگایا جاتا تھا۔ اور وہ بھی صرف ان لوگوں سے وصول
کیا جاتا تھا جو صاحب استطاعت تندرست اور کاروبار کرنے کے قابل ہوتے
تھے۔ اس خفیف سی رقم کے بالمقابل مسلمانوں کے فرائض یہ ہوتے تھے کہ
دقی رعایا کو ہر طرح امن و آزادی سے بہرہ ور کریں اور اپنے سایہ عاطفت میں ان کو پانپنا

عقائد، آباد معاہدہ، پیروی رسم و رواج اور ایسے ہی ہر ایک معاملہ میں بلا مزاحمت مصروف ہونے کا موقع دیں اور ان پر کسی طرح کا ظلم و ستم نہ ہو۔

چنانچہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروقت تقرر اپنے سپہ سالاروں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ گوشہ نشین، عبادت گزاروں، تارک دنیا، فقیروں کی پوری طرح عزت کرنا، بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو جو شریک جنگ ہوئے سے معذروں یا وہ لوگ جن کو جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ ذمی رعایا کو تکلیف نہ پہنچانے اور ان کے حقوق کا خیال رکھنے کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہ ارشاد ہوا کرتا تھا۔

لَهُمْ مَالُنَا وَعَلَيْهِمْ
مَا عَلَيْنَا

ان پر ہمارے حقوق ادا کرنے واجب ہیں اور ہم پر ان کے حقوق کا خیال رکھنا لازم۔ یا

مَنْ أَذَى ذِمِّيٍّ
فَلَيْسَ مِنَّا

جن شخص نے کسی ذمی کو ستایا وہ ہماری جماعت سے خارج ہے۔

الحاصل اب ہم اسلام کے چار عظیم جرنیوں حضرت سعد بن وقاص، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت عمر بن العاص کے اور ان کے بہادر ماتحتوں کے سچے جبران کن اور بے مثال جنگی تاریخی واقعات نذر قارئین کرتے ہیں اور رب العالمین کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ

”اے اللہ ان کے ذکر کو اور بھی بلند فرما۔ آمین۔ ثم آمین

خادم

خادمان اسلام

حفیظ اللہ خان منظر خوجوی

سُخن جند

”ڈی ہسٹورین آف دی ورلڈ“ مطبوعہ لندن کی ۲۵ جلدوں میں ایک جلد متعلق تاریخ عرب کے ص ۱۲۵ میں لکھا ہوا ہے کہ خالد اور عمرو جیسے نامور سپہ سالاروں کا مسلمان ہو جانا کسی عظیم الشان جنگوں میں فتح پانے سے زیادہ اہم تھا۔ خالد اپنے وقت کا بڑا جرنیل تھا۔ خاص اس کی ولایت اور تدبیر سے عربوں نے باغیوں کو مطیع کر لیا۔ شام فتح ہوا۔ اسلام اور نظام سلطنت مستحکم ہو گیا۔ اس کی بے مثال بہادری کی وجہ سے نہ صرف عرب بلکہ اس کے دشمن یونانی مصنفین بھی اسے خدا کی تلوار کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔

مسٹر ایڈورڈ گبن اپنی کتاب ”ڈی کلائم اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر“ کے ص ۱۸۴ میں رقمطراز ہیں کہ یہ

خالدؓ اور عمرو بن العاص دو شخصیتیں تھیں جو بت پرستی سے بیزار ہو کر اسلام میں آئے۔ ان سے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ دایک (خالدؓ) نے شام فتح کر کے مسلمانوں کو دے دیا۔ دوسرے (عمرو بن العاص) نے مصر۔

یہی مورخ ص ۷۸ میں جنگ موتہ میں زید کو سالارِ فوج مقرر کرتے پر لکھتا ہے کہ اسلامی حسن ترتیب اور جوشِ مذہبی کا اثر تھا۔ کہ سب نے ایک غلام کی ماتحتی قبول کرنی۔ تین سالاروں کے کام آنے پر گرتے ہوئے جھنڈے کو خالدؓ نے بچا لیا۔ جو مکے کا نو مسلم تھا۔ رڑتے رڑتے اس کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ اس کی

شجاعت کا آئی اور عیسائیوں کی کثیر تعداد فوج (ایک لاکھ تین ہزار کے مقابلے میں) پسپا ہوئی۔ مسلمانوں نے اسے باہمی مشورے سے سالار منتخب کیا تھا۔ خالد نے اس دن نئے ڈھنگ سے لشکر کو ترتیب دیا اور فتح یاب فوج کی بے ضرر واپسی میں کامیاب ہوا اور حصنور سے عطا کردہ شاندار خطاب ”سیف اللہ“ سے ممتاز ہوا۔

مستریکین کی ایک دقیق رائے یہ ہے کہ چیت اور بے باک بہادر خالد کے نام کی دہشت سے وہ تمام قومیں مطیع ہو گئیں جو فرات سے بحیرہ احمر تک پھیلی ہوئی تھیں اور پھر کسی کو سرزمین عرب پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

(کتاب ”زندگانی محمد“ ص ۱۸۹ مطبوعہ ایران)

جرمی زیدان ایک عیسائی مورخ ہیں ان کا مقولہ ہے کہ:

”مسلمانوں کی فتح کی جرات اور اس میں انداد صرف ان کے مذہب نے دلائی اور اپنی فتح مندی پر ان کے سچے دلی اعتقاد نے جس کے ساتھ ان کی شہسواروں اور تیراندازوں کی مہارت جسمانی قوت اور سادہ زندگی بسر کرتے رہنے سے مستعدی کی عادت۔ لڑائی کو طول دینے کا ڈھنگ اور ان کی قوم میں اہل الرائے اور شجاع افراد کا پیدا ہونا بھی شریک تھا۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ ان کی انصاف پسندی و ادگستری اور مہربانی تھی۔ جو وہ مفتوح رعایا کے ساتھ برتتے تھے۔ ان صفات کے باعث دس برس سے کچھ ہی زائد عرصہ میں انہوں نے شام، فلسطین، مصر، عراق اور فارس کی سلطنتوں پر قبضہ کر لیا اور حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں ان تمام مقامات پر ان کا کامل تسلط ہو گیا۔“

(تاریخ اسلام جلد دوم ص ۲۶۳ مؤلفہ عبدالرحمن شوق)



فاتح ایران

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

نام :- سعدؓ
پیدائش :- (مکہ) ہجرت سے ستائیس برس قبل
وفات :- (مدینہ) ۵۵ھ
عمر :- پچاس سال

شجرہ نسب سعد بن ابی وقاص کے نام سے معروف ہیں۔ ابی وقاص کا نام مالک بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔ آپؓ کی والدہ جناب حمہ بنت سفیان امیہ بن عبد الشمس ہیں۔ شجرہ نسب سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا عبد مناف بن قصی کے چچا زاد ہم نام بھائی عبد مناف بن زہرہ کے پڑپوتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سعد بن وقاص کے دادا اہیب کی بھتیجی تھیں۔ اسی نسبت سے حضرت سیدہ خنصورؓ کی والدہ محترمہ کے چچا زاد بھائی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں۔ حضورؐ فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے ماموں ہیں۔ کوئی ایسا ماموں پیش تو کیے۔

قبول اسلام حضرت سعد بن وقاص ابتدائے بعثت ہی سے اسلام لے آئے تھے۔ آپؓ چوتھے مسلمان ہیں۔ آپؓ کا اپنا بیان ہے کہ قبول اسلام کے وقت میں ستر و سالہ نوجوان تھا۔ آپؓ کی بیٹی سیدہ عائشہؓ آپؓ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؓ نے فرمایا میں نے مسلمان ہونے سے قبل خواب دیکھا کہ میں کسی تاریک جگہ پر کھڑا ہوں۔ جہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ یکا یک ایک چاندروستار ہو گیا۔ میں

اس کی طرف چلا اور یہ دیکھ رہا ہوں کہ کون کون سبقت لے گئے ہیں۔ میں نے
 بن حارثہ، علی بن ابی طالب اور ابو بکر رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا
 لوگ کب پہنچے۔ انہوں نے کہا ابھی ابھی۔ اس خواب سے چند روز بعد سننے پر
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ دعوت اسلام دے رہے ہیں۔ چنانچہ میں آنحضرت
 علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر اجیاد کی گھاٹی میں مسلمان ہو گیا۔

فضائل حضرت سعدؓ عشرہ مبشرہ (دس صحابہ قطعی جنتی جنہیں رسول خدا نے
 میں ہی جنت کی بشارت دی) میں ہیں اور اصحاب شوری کے چھ ارکان
 میں سے ایک ہیں۔ آپؐ فخر اسلام، صاحب جہاد و عظیم فتوحات مجیم ہیں۔ فتح ابر
 آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

خدمات غزوہ بدر، احد، احزاب اور حنین میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
 ہم زکاب رہے آپؐ زبردست تیر انداز تھے۔

”اے سعدؓ تجھ پر میرے مال باپ قربان“ جناب سعد بن ابی
 وقاص جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے
 ہوئے دشمنوں پر تیر برسا رہے تھے۔ رسول خدا اپنے دست مبارک
 سے انہیں تیر عنایت فرماتے اور زبان مبارک سے ”ارم فداک
 ابی واہی“ فرماتے جاتے یہ لوتیر اور کافروں پر چلاؤ۔“

اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ آپؐ نے غزوہ احد کے دن دشمن پر ایک ہزار تیر
 خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں آپؐ ایک مدت تک والی عرب
 رہے پھر والی کوفہ بنادیئے گئے۔ حضرت عثمان کے عہد میں بھی آپؐ کو کوفہ کا
 بنادیا تھا۔ شہر کوفہ اور نہر سعد آپؐ ہی کے عہد ولایت کی یادگار ہیں۔

عہد فاروق اعظمؓ میں | ۲۲ جمادی الثانی ۳۱ھ | ۲۳ اگست ۶۳۲ء

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے امیر المومنین منتخب ہو کر ابو عبیدہؓ بن مسعود ثقفی کو عراقی افواج اسلامیہ کا سالار اعظم مقرر کیا۔ جنہوں نے ایرانیوں کا بمقام گسکر، نرسی کی فوج کو شکست دے دی اور علاقہ سواد فتح کر لیا۔ پھر یاتشیا پر جالیبتوس کو مار بھگایا اور رستم کی بھیجی ہوئی ہاتھیوں والی فوج کا نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ ایک مست ہاتھی کی سونڈ جب اسہوں نے کاٹی تو اس نے پاؤں تلے دبا کر اس دلیر سپہ سالار کو پیس دیا۔ اس کے بعد فوج کی کمان حضرت منشی ابن حارثہ نے سنبھالی۔ بمقام ایوب مصر کے رن پڑا۔ ایرانی سپہ سالار مہران مارا گیا۔ ایک لاکھ ایرانی سپاہی ہلاک ہوئے۔ مگر ایک سو مسلمان کا نقصان ہوا۔ اس شکست عظیم سے ایرانیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی اور بڑے جوش سے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے فوجیں اکٹھی کیں۔

حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی تو فوراً منشیؓ کو حکم بھیجا کہ فوجوں کو ہر طرف سے سمیٹ کر عرب کی سرحد کی طرف ہٹاؤ۔ اور بحیرہ مصر کے قبائل جو عراق کی حدود میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو طلبی کا حکم بھیج دو کہ تاریخ معینہ پر جمع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ خود بڑے ساز و سامان سے فوجی تیاریاں کیں۔ ہر طرف نقیب دوڑائے کہ اضلاع عرب میں جہاں جہاں کوئی بہادر رئیس، صاحبِ مدیر، شاعر، خطیب، اہل الرائے ہو تو فوراً دربارِ خلافت میں آئے۔ چونکہ حج کا زمانہ آچکا تھا۔ خود مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے اور حج سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہر طرف سے قبائل عرب کا طوفان آمد آیا۔ سعد بن وقاص نے تین آدمی بھیجے۔ جن میں سے ایک ایک شخص تبلیغ و علم کا مالک تھا۔ حضرت موت، صدف، انداج، قیس، عیلان کے بڑے بڑے سردار ہزاروں کی جمیعت لے کر آئے۔ مشور قبائل میں سے یمن کے ہزار بنو تمیم و رباب کے چار ہزار جو آلک کے تین ہزار آدمی تھے۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ حج کر کے واپس آئے تو جہاں تک نگاہ جاتی تھی۔ آدمیوں کا
 جنگل نظر آتا تھا۔ حکم دیا کہ لشکر نہایت ترتیب سے آراستہ ہو۔ میں خود پہ سالار
 بن کر چلوں گا۔ چنانچہ ہر اول پر طلحہ، مینہ پر زبر، میسرہ پر عبدالرحمن بن عوف کو مقرر
 کیا۔ فوج آراستہ ہو چکی تو حضرت علیؓ کو بلا کر خلافت کے کاروبار سپرد کیے۔ اور خود
 مدینہ سے نکل کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی اس مستعدی سے ایک
 عام جوہش پیدا ہو گیا اور سب نے مرنے پر کمر باندھ لیا۔ ضرار جو مدینہ سے تین سال
 پر ایک چشمہ ہے۔ وہاں پہنچ کر قیام کیا۔ اور یہ اس سفر کی گویا پہلی منزل تھی۔
 امیر المومنین کا خود معرکہ جنگ میں جانا بعض مصلحتوں کے لحاظ سے مناسب تھا
 اس لیے ضرار میں فوج کو جمع کر کے تمام لوگوں سے رائے طلب کی۔ عوام نے یک
 ہو کر کہا کہ "امیر المومنین! یہ ہم آپ کے بغیر نہ ہوگی" لیکن بڑے بڑے صحابہؓ نے
 معاملہ کا تشبیب و فرائض سمجھتے تھے۔ اس کے خلاف رائے دی۔ عبدالرحمن بن عوف
 نے کہا "لڑائی کے دونوں پہلو ہیں۔ اگر خدا نخواستہ شکست ہوئی۔ اور آپ کو کچھ صدمہ
 پہنچا تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر ایک پر اثر تقریر کی اور
 لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "میں تمہاری رائے پر عمل کرنا چاہتا ہوں" لیکن اکابر
 صحابہؓ اس رائے سے متفق نہیں ہوئے۔ الغرض اس پر اتفاق ہو گیا کہ حضرت عمرؓ
 خود پہ سالار بن کر نہ جائیں۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اور کوئی شخص اس بارگراں کے
 کے قابل نہ ملتا تھا۔ ابو عبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ شام کی مہمات میں مصروف تھے۔
 حضرت علیؓ سے درخواست کی گئی تو انہوں نے انکار کیا۔ لوگ اسی حیرت و حیرت میں
 کہ دفعتاً عبدالرحمن بن عوفؓ نے آٹھ کر کہا کہ "میں نے پایا" حضرت عمرؓ نے پوچھا
 "نہ؟" بولے "سعد بن ابی وقاصؓ"

روانگی و لشکر اسلام | غرض جناب سعد بن وقاصؓ نے لشکر کا نشان چڑھا

ایران پر دیرینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کے پاس اکیس ہزار فوج تھی ایرانیوں
 کو جو لشکر مقابلہ کے لیے بھیجا۔ وہ ڈیڑھ لاکھ اعلیٰ درجہ کا اور سامان ضروری لیے ہوئے
 حضرت سعدؓ نے فارقِ عظم کو صورتِ حال سے مطلع کیا۔ تو آپ نے کہلا بھیجا
 دشمن کی کثرت کا خوف نہیں۔ اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ ہاں ایک سفارت
 ایک وگروہ کے پاس بھیجنا ضروری ہے۔ جو دربارِ ایران کو اسلام کی دعوت دے تاکہ بصورتِ
 ایران پر وبال پڑے۔

بابِ سفراء سپہ سالار حضرت سعدؓ بن وقاص نے سردارانِ قبائل میں سے
 چودہ نامور اشخاص انتخاب کیے جو مختلف صفتوں کے لحاظ سے
 عرب میں انتخاب تھے۔ یہ عطار بن حجاب، اشعث بن قیس، عارث بن حسان
 لم بن عمر، عمرو معدی کرب، مغیرہ بن شعبہ، معنی بن حارثہ، قد وقامت اور ظاہری
 ب و داب کے لحاظ سے تمام عرب میں مشہور تھے۔ نعمان بن مقرن، البسر بن ابی
 حملہ بن جویہ، حنظلہ بن الربیع التیمی، فرات بن حیان العجلی، عدی بن سہیل، مغیرہ بن
 رہ۔ عقل و تدبیر اور خرم و سیاست میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

ساسانیوں کا پایہ تخت قدیم زمانے میں اصطخر تھا۔ لیکن نوشیرواں نے مدائن
 اور السلطنت قرار دیا تھا۔ اور اسی وقت سے وہی پایہ تخت چلا آتا تھا۔ یہ مقام امیر
 اسعدؓ کی فروگاہ یعنی قادیسیہ تیس چالیس میل کے فاصلے پر تھا۔

انگلی سفراء یہ سفراء گھوڑے اڑاتے ہوئے سیدھے مدائن پہنچے راہ میں جدہ
 گزر رہا تھا۔ تماشاہیوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آستانہ
 طنت کے قریب پہنچ کر ٹھہرے۔ اگرچہ ان کی طاہری صورت یہ تھی کہ گھوڑوں
 پر اور ہاتھوں میں مہتیا تک نہ تھا تاہم یہ باکی اور دیر می ان کے چہروں سے
 رہی تھی اور تماشاہیوں پر ایک خاص اثر پڑتا تھا۔ گھوڑے جو سواری میں تھے۔

رائوں سے نکلے جاتے تھے اور بازار میں پرٹاپ مارتے تھے۔ چنانچہ ٹاپوں کی آواز
 یزدگرد کے کان تک پہنچی۔ اور اس نے دریافت کیا۔ یہ کیسی آواز ہے معلوم ہوا
 کہ اسلام کے سفراء آئے ہیں۔ یہ سن کر بڑے سرد سامان سے دربار سجایا اور سفراء
 کو طلب کیا۔ یہ لوگ عربی جیسے پہنے کاندھوں پر مینی چادریں ڈالے ہاتھوں میں کوڑے
 لیے موزے چڑھائے دربار میں داخل ہوئے۔ پچھلے معرکوں نے تمام ایران میں عرب
 کی دھاک بٹھادی تھی۔ یزدگرد نے سفیروں کو اس شان سے دیکھا تو اس پر ایک سہیت
 طاری ہوئی۔

ایرانی عموماً ہر چیز سے فال لینے کے عادی تھے۔ یزدگرد نے پوچھا کہ عربی میں
 چادر کو کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا برد۔ اس نے (فارسی کے معنی کے لحاظ سے)
 کہا ”جہاں برد“ پھر گھوڑے کی عربی پوچھی۔ ان لوگوں نے کہا ”سوط“ وہ ”سوفت“ سمجھا
 اور بولا کہ ”پارس راسوختند“ ان بدفالیوں پر سارا دربار برہم ہوا جاتا تھا۔ لیکن شاہی
 آداب کے لحاظ سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ پھر یہ سوال کیا کہ تم اس ملک میں کیوں
 آئے ہو۔ نعمان بن مقرن جو سرگروہ تھے۔ جواب دینے کے لیے آگے بڑھے۔ پہلے مختصر
 طور پر اسلام کے حالات بیان کیے پھر کہا۔ ہم تمام دنیا کے سامنے دو چیزیں پیش کرتے
 ہیں۔ ”جزیرہ یاتلوار“ یزدگرد نے کہا کہ تم کو یاد نہیں کہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ ذلیل
 اور بد بخت کوئی قوم نہ تھی۔ تم جب کبھی ہم سے سرکشی کرتے تھے تو سرحد کے زمینداروں
 کو حکم بھیج دیا جاتا تھا اور وہ تمہارے بل نکال دیتے تھے۔

اس پر سب نے سکوت کیا۔ لیکن مغرور شاہ زرارہ ضبط نہ کر سکے اور اٹھ کر کہا۔ کہ یہ
 لوگ اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے (روئے عرب ہیں اور علم و وقار کی وجہ سے
 زیادہ گوی نہیں کر سکتے۔ انہوں نے جو کچھ کہا یہی زیب تھا۔ لیکن کہنے کے قابل باتیں رہ
 گئی ہیں۔ ان کو میں بیان کرتا ہوں۔

”یہ سچ ہے کہ ہم بد بخت اور گمراہ تھے۔ آپس میں کٹے مرتے تھے۔ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہم پر ایک پیغمبر بھیجا جو حسبِ اب میں ہم سب سے ممتاز تھا۔ اول اول ہم نے اس کی مخالفت کی وہ سچ کہتا تھا۔ ہم جھٹلاتے تھے۔ وہ آگے بڑھتا تھا تو ہم پیچھے ہٹتے تھے لیکن رفتہ رفتہ اس کی بات نے دلوں پر اثر کیا۔ وہ جو کچھ کہتا تھا خدا کے حکم سے کہتا تھا۔ اور جو کچھ کرتا تھا خدا کے حکم سے کرتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اس مذہب کو تمام دنیا کے سامنے پیش کرو۔ لوگ اسلام لائیں۔ وہ تمام حقوق میں ہمارے برابر ہیں۔ جن کو اسلام سے انکار ہو۔ وہ اسلام کی حمایت میں ہیں۔ جس کو دونوں باتوں سے انکار ہو۔ اس کے لیے تلوار ہے۔“

یہ سن کر یزدگرد غصے سے بے تاب ہو گیا۔ اور کہا اگر قاصدوں کا قتل جائز رہتا تو تم میں سے کوئی زندہ بچ کر نہ جاتا۔ یہ کہہ کر اس نے مٹی کا ٹوکرا اٹھوایا۔ اور کہا تم میں سے سے معجز کون ہے۔! عاصم بن عمر نے بڑھ کر کہا ”میں“ ملازموں نے وہ مٹی کا ٹوکرا ان کے سر پر رکھ دیا۔ وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے سپہ سالار سعد بن وقاص کے پاس پہنچے۔ فتح مبارک دشمن نے اپنی زمین خود ہم کو دے دی۔“ حضرت سعد بھی اس تفادیل سے خوش ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد کئی ماہ تک دونوں طرف سکوت رہا۔ رستم جو سلطنت فارس کی طرف سے اس مہم پر مامور تھا۔ سا باط میں لشکر لیے پڑا تھا۔ اور یزدگرد کی تاکید پر انی کوٹا جاتا تھا۔ ادھر مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ اس پاس کے دیہات پر چڑھ جاتے تھے۔ اور رسد کے لیے مویشی ہانک لاتے تھے۔ اس عرصہ میں بعض بعض رئیس ادھر سے ادھر آگئے۔ ان میں جو شہنشاہ بھی تھا جو سرحد کی اخبار تو لیتی پر مامور تھا۔ اس حالت نے طول کھینچا تو رعایا جو ق درجہ یزدگرد کے پاس پہنچ کر فریادی ہوئی کہ اب ہماری

حفاظت کی جائے۔ ورنہ ہم اہل عرب کے مطیع ہوئے جاتے ہیں۔ چارونا چار رستم کو مقابلہ کے لیے بڑھنا پڑا ساٹھ ہزار کی جمیعت کے ساتھ سا باط سے نکلا اور قادیسہ پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ لیکن فوج جن جن مقامات سے گزری۔ ہر جگہ نہایت بے اعتدالیاں کیں۔ تمام افسر شراب پی کر بدستیاں کرتے تھے اور لوگوں کے ناموس تک کا لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ ان باتوں نے ملک بھر میں یہ خیال پھیلا دیا کہ سلطنت عجم اب فنا ہوتی نظر آتی ہے۔

رستم کی فوجیں جن دن سا باط سے بڑھیں اور اسلامی فوج کے جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے تاکہ دم دم کی خبریں ملتی رہیں۔ فوج کارنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اتارے کا رخ۔ ان باتوں کے دریافت کے لیے فوجی افسر متجین کیے۔ اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک بار طلحہ رات کے وقت رستم کے لشکر میں لباس بدل کر گئے۔ ایک جگہ ایک بیش قیمت گھوڑا تھان میں باندھا دیکھا۔ تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکالی۔ اس عرصہ میں لوگ جاگ اٹھے۔ اور ان کا تعاقب کیا۔ گھوڑے کا سوار ایک مشہور افسر تھا اور ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ اس نے قریب پہنچ کر برہمی کا وار کیا۔ طلحہ نے خالی وار دیا۔ وہ زمین پر گر پڑا طلحہ نے جھک کر ایسی برہمی ماری کہ وہ تعاقب کرنے والے افسر کے سینے میں پار ہو گئی۔ اس کے ساتھ دو سوار اور بھی تھے۔ ان میں ایک ہمارے بہادر طلحہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور دوسرے نے اس شرط پر امان طلب کر لی کہ میں قیدی بن کر ساتھ چلتا ہوں۔ اتنے عرصہ میں تمام فوج میں ہل چل پڑ گئی۔ اور لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ لیکن طلحہ روتے بھڑتے صاف نکل آئے اور ساٹھ ہزار فوج دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔

قیدی نے حضرت سعد کے سامنے آکر اسلام قبول کر لیا۔ اور کہا کہ دونوں

سوار جو طلیحہ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ وہ میرے ابن عم تھے اور ہزار ہزار سوار کے برابر مانے جاتے تھے۔ اس قیدی کا اسلامی نام مسلم رکھ دیا گیا اور اس کی وجہ سے دشمن کی فوج کے بہت سے ایسے حالات معلوم ہوئے جو اور کسی طرح معلوم نہ ہو سکتے تھے۔ وہ بعد کے تمام معرکوں میں شریک رہا اور ہر موقع پر ثبات قدمی اور جان بازی کے جوہر دکھاتا رہا۔

دوسری سفارت | رستم چونکہ لڑنے سے جی چڑا رہا تھا۔ ایک دفعہ اور صلح کی کوشش کی اور امیر لشکر حضرت سعدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارا کوئی معتد آدمی آئے تو صلح کے متعلق گفتگو کی جائے۔ جناب سعدؓ نے ربیع بن عامرؓ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ وہ عجیب و غریب ہیئت سے چلے۔ عرق گیر کی زرہ بنائی اور اسی کا ایک ٹکڑا سر سے لپیٹ لیا۔ کمر میں رسی کا ٹپکا باندھا۔ اور تلوار کے درمیان پرچہ چھپھڑے لپیٹ لیے اسی ہیئت کدائی سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ ادھر ایرانیوں نے بڑے سرو سامان سے دربار سجایا۔ دیبا کا فرش، زریں گاؤنکے، حریر کے پردے صدمہ میں مرصع تخت ربیعؓ فرش کے قریب آکر گھوڑے سے اتارے اور باگ ڈور کو گاؤنکے سے ٹکا دیا۔

درباری بے پرواہی کی اداسے کچھ نہ بولے۔ لیکن دستور کے مطابق مہتیار رکھوا لیتا چاہا۔ ربیعؓ نے کہا۔ میں بلایا ہوا آیا ہوں۔ تم کو اس طرح میرا آنا منظور نہیں تو میں الٹا پھر جاتا ہوں۔ درباریوں نے رستم سے عرض کی۔ اس نے اجازت دی۔ یہ نہایت بے پرواہی کی اداسے آہستہ آہستہ تخت کی طرف بڑھے۔ لیکن برہمچی جس سے عصا کا کام لینا تھا۔ اس کی انی کو اس نے اس طرح فرش میں چھبوتے جاتے تھے۔ کہ پر مکلف فرش اور قالین جو بچھے ہوئے تھے۔ جا بجا سے کٹ پھٹ کر بے کار ہو گئے اور تخت کے قریب پہنچ کر زمین پر نیزہ مارا جو فرش کو آریار کر کے زمین میں گر گیا۔ رستم نے پوچھا کہ اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ جناب ربیعؓ نے کہا اس لیے

کہ مخلوق کی بجائے خالق کی عبادت کی جائے رستم نے کہا میں ارکانِ سلطنت سے مشورہ کر کے جواب دوں گا۔ درباری بار بار رجبی کے پاس آکر ان ہتھیاروں کو دیکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اسی سامان سے ایران فتح کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن جب رجبی نے تلوار میان سے نکالی تو آنکھوں میں بجلی سی کو زد گئی اور جب اس کی کانٹ کی آزمائش کے لیے ٹھاپیں پیش کی گئیں۔ تو رجبی نے ان کے ٹکڑے اڑا دیے۔ رجبی اس وقت چلے آئے۔ لیکن نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رہا۔

ایک اور سفارت | اخیر سفارت میں مغیرہ لگے۔ اس دن ایرانیوں نے اپنا دربار بڑے ٹھاٹھ سے جمایا۔ تمام اندیم افسر تاج زرین کرکریوں پر بیٹھے تھے بنیمہ میں دیا و سنجاب کا فرش بچھایا گیا تھا۔ اور خدام اور منصب دار قرینے سے دور دیہ پرے جمائے کھڑے تھے مغیرہ گھوڑے سے اتر کر سیدھا صدر کی طرف بڑھے اور رستم کے زانوں ملا کر بیٹھ گئے۔ اس گستاخی پر تمام دربار برہم ہو گیا۔ یہاں تک کہ چوہداروں نے باتوؤں سے پکڑ کر ان کو تخت سے اتار دیا۔ حضرت مغیرہ نے افسرانِ دربار کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ میں خود نہیں آیا۔ بلکہ تم نے خود بلایا ہے۔ اس لیے وہاں کے ساتھ یہ سلوک زیبائیں تھا۔ تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خداں کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردن جھکائیں۔ مترجم جس کا نام عبود تھا چہرہ کا باشندہ تھا۔ اس نے اس تقریر کا ترجمہ کیا۔ تو سارا دربار متاثر ہوا۔ اور بعض بعض بول اٹھے کہ ہماری غلطی تھی جو ایسی قوم کو ذلیل سمجھتے تھے۔ رستم بھی شرمندہ ہوا اور ندامت مٹانے کے لیے کہا یہ نوکروں کی غلطی تھی۔ میرا ایما یا حکم نہ تھا۔ پھر بے تکلفی کے طور پر مغیرہ کے ترکش سے تیر نکالے اور ہاتھوں میں لے کر کہا کہ ان تکلوں سے کیا ہوگا؟ جناب مغیرہ نے کہا کہ ”آگ کی لو چھوٹی ہے پھر بھی آگ ہے“ رستم نے ان کی تلوار کا نیام دیکھ کر کہا کہ کس قدر بوسیدہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں لیکن تلوار پر بارٹھا بھی رکھی

گئی ہے۔ اس نوک جھونک کے بعد معاملہ کی بات شروع ہوئی رستم نے سلطنت کی شان و شوکت کا ذکر کر کے اظہار احسان کے طور پر کہا کہ اب بھی واپس چلے جاؤ تو ہمیں کچھ ملال نہ ہوگا۔ بلکہ انعام دلایا جائے گا۔ مغیرہ نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ کہ اسلام یا جزیہ، منظور نہیں تو اس سے فیصلہ ہوگا۔ رستم عفتہ سے بھڑک اٹھا اور کہا کہ آفتاب کی قسم کل تمام عرب کو برباد کر دوں گا۔ مغیرہ اٹھ کر چلے آئے۔ اور صلح و آشتی کی امید کا خاتمہ ہو گیا۔

رستم کو جناب مغیرہ کی گفتگو نے اس
قادیسیہ کی جنگ اور فتح محرم ۱۴ھ (۶۳۵ء) | قدر غیرت دلائی کہ اسی وقت کمر بندی

کا حکم دے دیا۔ جو نہر درمیان میں حامل تھی اسے صبح سے پہلے پہلے پاٹ کر سڑک بنانے کا حکم کر دیا۔ صبح تک یہ سڑک تیار کر لی گئی اور دوپہر سے پہلے رستم کی فوج نہر کے اس پار آ گئی۔ خود سامان سے آراستہ ہوا۔ زرہیں پہنیں۔ سر پر خو در کھا۔ ہتھیار لگائے۔ خیمہ اسب خاصہ طلب کیا اور سوار ہو کر خوشی میں کہا کہ کل عرب کو چکنا چور کر دوں گا۔ کسی سپاہی نے کہا: ہاں اگر خدا نے چاہا: "بولا خدا نے چاہا تب بھی" (توبہ توبہ کتنا بڑا بول ہے)۔

اس کے بعد اس نے فوج کو نہایت ترتیب سے آراستہ کیا آگے پیچھے تیرہ صفیں قائم کیں۔ قلب کے پیچھے ہاتھتوں کا قلعہ باندھا۔ ہودوں اور عماریوں میں ہتھیار بند سپاہی بٹھائے۔ مہیند اور میسرہ کے پیچھے قلعہ کے طور پر ہاتھتوں کے پرے جمائے۔ خبر رسانی کے لیے موقع جنگ سے پایہ تخت تک کچھ فاصلے پر آدمی بٹھا دیئے۔ وہ واقعہ پیش آتا تھا۔ موقع جنگ کا آدمی چلا کر کہتا تھا اور درجہ بدرجہ اٹن تک خبر پہنچ جاتی تھی۔

ادھر سلمان فوجیں بھی آراستہ ہو گئیں تو عرب کے مشہور مشہرا اور خطیب صفوں

سے نکلے اور اپنی آتش بیانی سے تمام فوج میں آگ لگا دی۔ شعراء میں شماخ، حطیہ
 اوس بن مغراء، عبدة بن الطیب، عمر معدی کرب اور خطیبوں میں قیس بن ہبیرہ غالب
 ابن الہندیل الاسیدی۔ میسر بن ابی وہم الجہنی، عامر بن عمرو ربیع معدی، ربیع بن عامر
 میدان میں کھڑے تقریریں کر رہے تھے اور فوج کا یہ حال تھا کہ ان پر کوئی جادو کر رہا
 ہے۔ ان تقریروں کے بعض جملے یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ابن الہندیل اسیدی کے
 یہ الفاظ تھے۔

یا معاسم سعد! تلواروں کو قلعہ بناؤ اور دشمنوں
 السیف و کونوا علیہم کاسواد الاجم
 کے مقابلہ میں شیریں کر جاؤ۔ گرد کی زرہ پہن لو جب
 وادرو العجاج وعضوا لا یضارو
 تلواریں تھک جائیں تو تیروں کی بھاگ چھوڑ دو کیونکہ
 اذا کلت السیوف فارسلوا الجنادل
 تیروں کو چہاں بار مل جاتا ہے۔ تلواروں
 فانہا یوذون لها فیما یوذون له حید
 کو نہیں۔

اس کے ساتھ ہی قاریوں نے میدان میں نکل نکل کر نہایت خوش الحانی اور
 جوش سے سورۃ جہاد کی آیتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ جس کی تاثیر سے دل دہل گئے۔
 اور آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔

اسلامی فوجوں کے سپہ سالار سعد بن وقاص نے قاعدے کے مطابق تین نعرے
 مارے اور چوتھے پر لڑائی شروع کر دی۔ سب سے پہلے ایک ایرانی قذا انداز دیا کی
 قبا پہنے۔ زریں کمر بند لگائے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے میدان میں آیا۔
 ادھر سے عمر و معدی کرب اس کے مقابلے کو نکلے۔ اس نے تیر کمان میں جوڑا اور ایسا
 تاک کر مارا کہ یہ بال بال بچ گئے۔ انہوں نے گھوڑے کو دیا یا اور قریب پہنچ کر کمر میں
 ہاتھ ڈال کر ایرانی قذا انداز کو مطلق اٹھا لیا اور زمین پر دے چکا اور تلوار سے گردن اڑا
 کر فوج کی طرف مخاطب ہوئے کہ "یوں بڑا کرتے ہیں" لوگوں نے کہا ہر شخص معدی

کرب کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کے بغدادی بہادر دونوں طرف سے نکلے اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ ایرانیوں نے بقیہ کے رسالہ پر جو سب میں ممتاز تھا ہاتھیوں کو ریلہ۔ عرب کے گھوڑوں نے یہ کالے پیارے کہاں دیکھے تھے۔ دفعتاً بد کے اور منتشر ہو گئے۔ پیدل فوج ثابت قدمی سے لڑی۔ لیکن ہاتھیوں کے ریلے میں ان کے پاؤں بھی اکھڑ جاتے تھے۔ امیر لشکر اسلامیہ جناب سعدؓ نے یہ دھنگ دیکھ کر فوراً قبیلہ اسد کو حکم بھیجا کہ بقیہ کو سنبھالو۔ طلحہؓ نے جو قبیلہ کے سردار اور مشہور بہادر تھے۔ ساتھیوں سے کہا۔ عزیزو! سعدؓ نے کچھ سمجھ کر تم سے مدد مانگی ہے۔ تمام قبیلہ نے جوش میں آکر باگیں اٹھائیں اور ہاتھیوں میں برجھیاں لے کر ہاتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی پامردی سے اگرچہ یہ کالی آندھی ذرا ختم گئی۔ لیکن ایرانیوں نے بقیہ کو چھوڑ کر ساراز اور اس طرف پھیر دیا۔ سعدؓ نے قبیلہ تمیم کو جو قدر اندازی اور تیر بازی میں مشہور تھے۔ کہلا بھیجا کہ تم سے ہاتھیوں کی کچھ مدد پر نہیں ہو سکتی؟ وہ یہ سن کر فوراً بڑھے اور اس قدر تیر بر سائے کہ فیل نشینوں کو گرا کر ڈھیر کر دیا۔ پھر قریب پہنچ کر تمام ہودے اور عماریاں الٹ دیں۔ شام تک یہی ہنگامہ رہا۔ جب بالکل تاریکی چھا گئی تو دونوں حریف میدان سے ہٹے۔ قادیسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا اور عربی میں اس کو یوم الامارت کہتے ہیں۔

دوسرے دن سپہ سالار جناب سعدؓ نے سب سے پہلے میدان جنگ سے مقتولوں کی لاشیں اکٹھا کر دفن کرائیں اور جس قدر زخمی تھے مرہم پٹی کے لیے حورتوں کے حوالے کیے۔ پھر فوج کو کمر بندی کا حکم دیا۔ لڑائی ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ شام کی طرف سے غبار اٹھا۔ گرد مٹی تو معلوم ہوا کہ ابو عبیدہؓ نے شام سے جو امدادی فوجیں بھیجی تھیں۔ وہ آہنچیں۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ رضی اللہ عنہ نے جس زمانے میں عراق پر حملہ کی تیاریاں کی تھیں۔

اسی زمانے میں ابو عبیدہؓ کو جو شام کی مہم پر مامور تھے، لکھ کر بھیجا تھا کہ عراق کی جو فوج وہاں بھیج دی گئی تھی۔ اسے حکم دو کہ سعدؓ کی فوج سے جا کر مل جائے۔ چنانچہ عین وقت پر فوج پہنچی اور تائیڈ غلبی سمجھی گئی۔ چھ ہزار سپاہی تھے۔ جن میں پانچ ہزار ربیعہ و مضر اور ہزار خاص مجاز کے تھے۔ ہاشم بن عتبہؓ سعدؓ کے بھائی سپہ سالار تھے۔ اور ہر اول قعقاع رکاب میں تھا۔ قعقاع نے پہنچتے ہی صف سے نکل کر پکارا کہ ایرانیوں میں کوئی بہادر ہو تو مقابلہ کو آئے۔

ادھر سے ہمیں نکلا، قعقاع جس کا واقعہ یاد کر کے پکارے کہ لینا ابو عبیدہ کا قاتل جانے نہ پائے۔ دونوں حریف تلوار سے کرتقابل ہوئے اور کچھ دیر ہی بعد ہمیں مارا گیا۔ دیر تک دونوں طرف سے بہادر تنہا تنہا میدان میں نکل کر شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ بہستان کا شہزادہ شہر براز، عود بن قطیبہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ بزرگ چہرہ مہدانی جو ایک مشہور بہادر تھا قعقاع سے لڑ کر قتل ہوا۔ غرض ہنگامہ عام ہونے سے پہلے ایرانی فوج نے اکثر اپنے نامور بہادر کھو دیئے۔ تاہم بڑے زور و شور سے دونوں فوجیں حملہ آور ہوئیں۔ شام کی امدادی مسلم فوج کو قعقاع نے اس تدبیر سے روانہ کیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے دستے کر دیے تھے اور حیب ایک دستہ میدان جنگ میں پہنچ جاتا تھا۔ تو دوسرا دور سے آتا نمودار ہوتا تھا۔ اسی طرح تمام دن فوجوں کا اتنا بتا بندھا رہا۔ اور ایرانیوں پر رعب چھاتا گیا۔ ہر دستہ آتش کبر کے نعرے مارتا ہوا آتا تھا اور قعقاع اس کے ساتھ ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے۔

ایرانی ہاتھیوں کے لیے قعقاع نے یہ تدبیر کی کہ اونٹوں پر چھول اور برقع ڈال کر ہاتھیوں کی طرح مہیب بنا دیا۔ یہ مصنوعی ہاتھی جس طرف رخ کرتے تھے ایرانیوں کے گھوڑے بدک بدک کر سواروں کے قابو سے نکلے جاتے تھے۔

عین جنگ کے دوران امیر المومنین حضرت عمرؓ کے قاصد پہنچے جن کے ساتھ

منایت پیش قیمت عربی گھوڑے اور تلواریں تھیں۔ انہوں نے فوج کے سامنے پکار کر کہا کہ امیر المومنین نے یہ انعام ان لوگوں کو بھیجا ہے جو اس کا حق ادا کر سکیں۔ چنانچہ ققاع نے حال بن مالک، ریل بن عمر، طلحہ بن خولید، عاصم بن عمر اسیمی کو تلواریں حوالے کیں۔ اور قبیلہ بربوع کو چار بہادروں کو گھوڑے منایت کیے۔

جس وقت لڑائی زوروں پر تھی۔ ابو محجن ثقفی جو ایک مشہور بہادر اور شاعر تھے۔ اور جن کو شراب پینے کے جرم پر امیر سعد بن وقاص نے قید کر دیا تھا۔ وہ قید خانے کے دیپچے سے لڑائی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ اور شجاعت کے جوش سے بے اختیار ہونے جاتے تھے۔ آخر ضبط نہ کر سکے۔ اور وہ سلمیٰ (سعد کی بیوی) کے پاس گئے کہ خدا کے لیے اس وقت مجھے چھوڑ دو۔ لڑائی سے جیتا جاگتا رہا تو خود ہی اگر بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمیٰ نے انکار کر دیا۔ تو حسرت سے واپس آئے اور بار بار پردہ لہجہ میں اپنی مایوسی اور بے بسی پر اشعار پڑھتے تھے۔ چنانچہ ان اشعار نے سلمیٰ کے دل پر یہ اثر کیا کہ انہوں نے خود اگر بیڑیاں کاٹ دیں ابو محجن نے فوراً اصطبل میں جا کر جناب سعدؓ کے گھوڑے پر جس کا نام بلقا تھا۔ زین کس لی۔ اور میدان جنگ میں پہنچ کر بھجائے کے ہاتھ نکالتے ہوئے میمنہ سے میسرہ تک ایک چکر لگایا۔ پھر اس زور سے حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف الٹ دی۔ تمام لشکر حیران تھا کہ یہ کون بہادر ہے؟ سعدؓ بھی حیرت میں تھے اور دل میں کہتے تھے کہ حملہ کا انداز ابو محجن کا سا ہے لیکن وہ تو قید خانے میں بند ہے۔ شام ہوئی تو ابو محجن نے قید خانے میں آکر خود ہی بیڑیاں پہن لیں۔ سلمیٰ نے یہ تمام حالات جناب سعدؓ سے بیان کر دیئے تو انہوں نے اسی وقت ان کو رہا کر دیا اور کہا خدا کی قسم مسلمانوں پر جو شخص اس طرح قربان ہو۔ میں اسے سزا نہیں دے سکتا۔ ابو محجن نے اپنی رہائی کا اعلان سن کر کہا: "بخدا میں بھی آج سے کبھی بھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

خداوند جو عرب کی مشہور شاعرہ تھی اس معرکہ میں شریک تھی۔ اور اس کے چاروں بیٹے بھی ساتھ تھے۔ لڑائی جب شروع ہوئی تو اس نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا ”پیارے بیٹو! تم اپنے ملک کو دو بھر نہ تھے۔ نہ تم پر قحط پڑا تھا۔ باوجود اس کے کہ اپنی کم سن سالہ ماں کو سیاں سے آئے اور فارس کے آگے ڈال دیا۔ خدا کی قسم جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو۔ اسی طرح ایک باپ کے بھی۔ میں نے تمہارے باپ بد دیا تھی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ تو جاؤ اور اخیر تک لڑو!“ (ترجمہ اشعار)

بہادر بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھالیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اس وقت مسلمان دو ہزار اور ایرانی دس ہزار مقتول و مجروح ہوئے۔ تاہم فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ یہ معرکہ تاریخ اسلام میں اغورت کے نام سے مشہور ہے۔

تیسرا معرکہ یوم العوات کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں قحطاع نے یہ تدبیر کی کہ رات کے وقت چند رسالوں اور پیدل فوجیوں کو حکم دیا کہ پڑاؤ سے دو رشتام کی طرف نکل جائیں۔ علی الصبح سوار میدان جنگ کی طرف گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئیں اور رسالے اس طرح برابر آتے رہیں۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی پہلا رسالہ پہنچا۔ تمام فوج نے اس کا غرہ بلند کیا اور غل پر گیا کہ نئی امدادی فوجیں آگئیں۔ ساتھ ہی جنگ شروع ہو گئی۔ حسن اتفاق یہ کہ شام جنہیں ابو عبیدہ نے شام سے مدد کے لیے بھیجا تھا۔ عین موقع پر سات سو سواروں کے ساتھ پہنچ گئے۔ یزدگرد کو دم کی خبریں پہنچ رہی تھیں اور وہ برابر اپنی فوجوں کو کمک پہنچاتا رہا۔ ادھر ہشاک نے فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا ”تمہارے بھائیوں نے شام کو فتح کر لیا۔ فارس کی فتح کا جو وعدہ خدا کی طرف سے ہوا ہے وہ تمہارے ہاتھ سے پورا ہوگا۔“

آج جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ ایرانیوں کی فوج سے ایک سپہان شیر کی طرح

ڈکارتا ہوا میدان میں آیا اس کا ڈیل ڈول دیکھ کر لوگ اس کے مقابل ہونے سے
 کترارہے تھے لیکن ایک عجیب اتفاق ہے وہ ایک کمزور سپاہی کے ہاتھوں مارا گیا۔
 انہوں نے ہاتھیوں کے دائیں بائیں پیدل فوجیں قائم کر دی
 تھیں بہادر عمرو معدی کرب نے رفیقوں سے کہا: "میں مقابل کے ہاتھی پر حملہ کرتا ہوں۔
 تم ساتھ رہنا۔ ورنہ عمرو معدی مارا گیا تو پھر عمرو کرب پیدا نہ ہوگا۔" یہ کہہ کر انہوں نے تلوار
 میان سے نکالی اور ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن دشمن کی پیدل فوجیں جو دائیں بائیں تھیں۔
 اچانک ان پر ٹوٹ پڑیں اور اس قدر گردا گردی کہ یہ عمرو معدی کرب، نظر سے اوجھل
 ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ان کی فوج حملہ آور ہوئی اور زبردست محرکے کے بعد دشمن پیچھے
 ہٹا۔ عمرو معدی کرب کا یہ حال تھا کہ تمام جسم خاک سے اٹا ہوا تھا۔ بدن پر جا بجا برھیلوں
 کے زخم تھے۔ پھر بھی تلوار قبضے میں تھی۔ اور ہاتھ چلتا جاتا تھا۔ اسی حالت میں ایک
 ایرانی سوار برابر سے نکلا۔ انہوں نے اس کے گھوڑے کی دم پکڑ لی۔ ایرانی نے بار
 بار مہینر کیا۔ لیکن گھوڑا جگہ سے ہل نہ سکا۔ آخر سوار اتر کر بھاگ نکلا۔ اور یہ عمرو معدی
 کرب، اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھے۔

امیر سعد نے یہ دیکھ کر کہ ہاتھی جس طرف رخ کرتے ہیں۔ دل کا دل بھٹ جاتا ہے
 عجم و مسلم وغیرہ کو جہاری تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ بلا کر پوچھا کہ اس بلائے سیاہ
 کا کیا علاج ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان کے سونڈ اور آنکھیں بیکار کر دی جائیں۔ تمام
 غول میں دو ہاتھی نہایت صیب اور کوہ پیکر اور کل ہاتھیوں کے سردار تھے۔ ایک ابھن
 اور دوسرا حرب کے ناکے مشہور تھا۔ حضرت سعد نے ققاع، عامم، اجمائل اور پیل
 کو بھلا کر کہا کہ یہ ہم تمہارے ہاتھ ہے۔ ققاع نے پہلے کچھ سوار اور پیادے بھیج دیئے
 کہ ہاتھیوں کو ترغے میں لے لیں۔ پھر خود بڑھاپا تھ میں لے کر "ابھن" کی طرف بڑھے۔
 عامم بھی ساتھ تھے۔ دونوں نے ایک ساتھ برچھے مارے جو اس کی آنکھوں میں پیوست

ہو گئے اور ہاتھی چھبر چھری کے کپچھے پٹا تو ققاع کی تلوار اس پر ایسی بڑی کہ سوئڈ
 مشک سے علیحدہ ہو گیا۔ ادھر ریل و حال نے اہرب نامی ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ وہ
 زخم کھا کر بھاگا۔ تو تما ہاتھی اس کے پیچھے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ سیاہ
 بادل بالکل چھٹ گئے۔ ایسی حالت میں ایرانی فوج تتر بتر ہو گئی۔ رطائی شام
 تک جاری رہی اور حقوڑا عرصہ سستان کے بعد پھر فریقین گتھم گتھا ہو گئے۔ صبح تک
 میدان گرم رہا۔ اس شب پیکار کا نام اسلامی تاریخ میں "لیلة الہود" یعنی ایسی رات
 جس میں شدت سرا سے کتے بھونکتے لگیں " ہے۔

اب سادروں کو حوصلہ آزمائی کا موقع ملا۔ اور اس زور کارن پڑا کہ لغزوں کی
 گونج سمن میں دہلی جاتی تھی۔ ایرانیوں نے اپنی فوجوں کو نئے سرے سے ترتیب دی
 قلب میں دائیں بائیں تیرہ تیرہ صفیں قائم کیں۔ ادھر مسلمانوں نے بھی تمام فوج
 کو سمیٹ کر یک جا کر لیا۔ اور آگے پیچھے تین پڑے جمائے۔ سب سے آگے سواروں
 کا رسالہ ان کے بعد پیدل فوجیں اور سب سے پیچھے تیر انداز۔

امیر فوج جناب سعد نے حکم دیا تھا کہ تیسری تکبیر پر حملہ کیا جائے۔ لیکن ایرانیوں
 نے جب تیر برسائے شروع کیے تو ققاع سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ اپنی رکاب کی فوج
 کے کردش پر ٹوٹ پڑے۔ اسلام کے فوجی اصول کے لحاظ سے یہ حرکت نافرمانی میں
 داخل تھی۔ تاہم رطائی کا ڈھنگ ققاع کا جوش دیکھ کر سعدؓ کے منہ سے بے اختیار
 نکلا کہ "اللہم اغفرہ وذنصرہ" یعنی اے اللہ ققاع کو معاف کرنا اور اس
 کا مددگار بننا۔ ققاع کو دیکھ کر بنو اسد اور بنو اسد کی دیکھا دیکھی، تنج، بجیدہ، کندہ
 سب ٹوٹ پڑے۔ سپہ سالار حضرت سعد بن وقاص ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے
 تھے کہ خدا یا اس کو معاف کرنا۔ اور مددگار بننا۔ اول اول سواروں کے رسائے
 نے حملہ کیا۔ لیکن ایرانی فوجیں جو دیوار کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔ اس ثابت قدمی سے

سے لڑیں کہ گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے۔

یہ دیکھ کر گھوڑے سوار مجاہدین اپنے گھوڑوں سے کود پڑے اور پیادہ حملہ آور ہوئے۔

ایرانیوں کا ایک رسالہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا۔ قبیلہ حمزہ نے اس پر حملہ کیا۔ تو تلواریں زہریں پر سے اچٹ اچٹ کر رہ گئیں۔ سردار قبیلہ نے لکارا۔ سب نے کہا زہریں پر تلواریں کام نہیں کرتیں۔ اس نے غصے میں آ کر ایک ایرانی پر ہرچھے کا وار کیا جو کمر توڑ کر نکل گیا۔ یہ دیکھ کر اوروں کو بھی ہمت ہوئی اور اس بہادری سے لڑے کہ رسالہ کا رسالہ برباد کر کے رکھ دیا۔

رات بھر ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ لوگ لڑتے لڑتے تھک کر چور ہو گئے تھے اور نیند کے خمار میں ہاتھ پاؤں بے کار ہوئے جاتے تھے۔ اس پر بھی جب فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا تو تو ققاع نے سردارانِ قبائل میں سے چند نامور بہادر انتخاب کیے اور ایرانی سپہ سالار فوج رستم کی طرف رخ کیا۔ ساتھ ہی قیس اشعث، عمر و معدی کرب ابن ذمی لبرویں نے جو اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ ساتھ ہیوں کو لکارا کہ دیکھو یہ لوگ خدا کی راہ میں تم سے آگے نکلنے نہ پائیں اور سرداروں نے بھی جو بہادری کے ساتھ زبان آور بھی تھے اپنے قبیلوں کے سامنے کھڑے ہو کر اس جوش سے تقریریں کیں کہ تمام لشکر میں ایک آگ سی لگ گئی۔ سوار گھوڑوں سے کود پڑے۔ اور تیر و کمان پھینک کر تلواریں گھسیٹیں۔ اس جوش کے ساتھ تمام فوج ایک سیلاب کی طرح بڑھی۔ اور فیروزان و ہرمران کو دباتے دباتے رستم کے قریب پہنچ گئی۔ رستم سخت پر بیٹھا فوج کو لڑا رہا تھا۔ اسلامی فوج کی اس پیش قدمی کو دیکھ کر وہ سخت سے کود پڑا اور ویریک مروانہ دار لڑتا رہا۔ جب زخموں سے بالکل چور ہو گیا۔ تو وہ درستم، بھاگ نکلا۔ ہلال نامی ایک مسلم سپاہی نے اس کا تعاقب

کیا آگے ایک ہزار گئی رستم اس میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے۔ ساتھ ہی ہلال بھی کودے اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر باہر کھینچ لائے۔ پھر تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور تخت پر چڑھ کر پکارے کہ رستم کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے۔ ایرانیوں نے دیکھا کہ تخت سپہ سالار سے خالی ہے تو تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمانوں نے دوز تک ایرانی فوج کا تعاقب کیا اور ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

الغرض ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی اور اس کے تیس ہزار سواروں میں صرف تین بچے۔ ان کی کل فوج کی تعداد سو لاکھ تھی اور مسلمانوں کی تیس ہزار تھی، جس میں چھ ہزار نے جامِ شہادت نوش کیا۔

نامہ فتح | امیر فوج حضرت سعدؓ نے حضرت امیر المومنین دعوٰی فاروقؓ کو نامہ فتح لکھا اور دونوں طرف کے مقتولوں کی تفصیل لکھی۔ حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ جس دن سے معرکہ قادسیہ شروع ہوا تھا۔ ہر روز آفتاب طلوع ہوتے ہی مدینہ سے نکل جاتے تھے اور قاصد کی راہ دیکھتے رہتے۔ ایک دن معمول کے مطابق نکلے۔ ادھر سے ایک شتر سوار آ رہا تھا۔ بڑھ کر پوچھا کہ صر سے آرہے ہو۔ وہ سعدؓ کا قاصد تھا۔ مرثوہ فتح لے کر آیا تھا۔ آپ د حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ یہ سعدؓ کا قاصد ہے تو اس سے حالات پوچھنے شروع کر دیے۔ اس نے کہا خدا نے مسلمانوں کو کامیاب کر دیا۔ حضرت عمرؓ رکاب کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ اور حالات معلوم کرتے جاتے تھے۔ شتر سوار جب شہر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جو شخص سامنے آتا ہے ان کو رو پوچھنے والے کو، امیر المومنین کے لقب سے پکارتا ہے تو وہ شتر سوار ڈر سے کانپ اٹھا۔ اور بولا حضرت آپ نے اپنا نام مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں اس گستاخی کا ترکب نہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ ہرج نہیں تم سلسلہ کلام نہ توڑو۔ چنانچہ اس طرح اس کے رکاب کے ساتھ ساتھ امیر المومنینؓ گھر

تک آئے اور مدینہ پہنچ کر مجمع تمام میں فتح کی خوشخبری سنائی۔ اس موثر تقریر کے آخری فقرے یہ تھے۔

”مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں غلام بنانا چاہوں۔ میں خود خدا کا غلام ہوں۔ الیہ خلافت کا بار میرے سر پہ رکھ دیا گیا ہے۔ اگر میں تمہارا کام اس طرح کروں کہ تم چین سے گھروں میں سوؤ۔ تو یہ میری سعادت ہے اور اگر میری خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو یہ میری بدبختی ہے۔ میں تمہیں تعلیم دینا چاہتا ہوں۔ لیکن باتوں سے نہیں عمل ہے۔“

قادسیہ کی جنگ میں جو عجم یا عرب مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ ان میں سے ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے لڑنا چاہتے تھے۔ بلکہ زبردستی فوج میں پکڑ کر لائے گئے تھے اور بت سے لوگ گھر بار چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ فتح کے بعد یہ لوگ سپہ سالار حضرت سعدؓ کے پاس آئے اور امن کی درخواست کی جناب سعدؓ نے دربار خلافت کو لکھا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو بلا کر رائے لی۔ اور سب نے بالاتفاق منظور کیا۔ اور پوری طرح امن و امان قائم کر دیا گیا۔

اس کے بعد ایرانیوں نے قادسیہ بھاگ کر بابل میں قیام کیا۔ چونکہ **تسخیر بابل** یہ مقام ایک محفوظ و مستحکم تھا۔ اور انہوں نے اطمینان کے ساتھ جنگ کے تمام سامان ہتیا کر لیے۔ وہیں انہوں نے فیروزان کو سر لشکر قرار دے دیا۔ ادھر جناب سعدؓ نے خبر پاتے ہی ۱۵ھ بمطابق ۶۳۶ء میں بابل کا ارادہ کیا۔ اور چند سردار آگے روانہ کیے کہ راستہ ہموار کرتے جائیں۔ چنانچہ مقام برس میں بغیر کسی سدا راہ ہوا۔ آخر میدان جنگ میں نقصان اٹھا کر بابل کی طرف بھاگ گیا۔ برس کے ریش سبطا نے صلح کر لی اور بابل تک موقع بہ موقع پل تیار کر دیے گئے کہ اسلامی

فوجیں بلا تکلف گزر جائیں۔ بابل میں اگرچہ عجم کے بڑے بڑے سردار جمع تھے۔ وہ اسلامی لشکر کے پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ امیر سعد نے خود بابل میں قیام کیا اور زہرہ کی سرداری میں کچھ فوجیں آکے روانہ کیں عجمی فوجیں بابل سے بھاگ کر کوئی میں جا کھڑی تھیں۔ اور شہر یار جو رہیں زادہ تھا۔ ان کا سپہ سالار تھا۔

تسخیر کوئی | زہرہ کوئی سے گزرے تو شہر یار آگے بڑھ کر مقابل ہوا اور میدان جنگ میں آکر لپکا کہ جو بہادر تمام لشکر میں انتخاب ہو مقابلہ کے لیے

آئے۔ جناب زہرہ نے کہا۔ میں نے خود تیرے ساتھ مقابلے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن تیرا یہ دعویٰ ہے تو کوئی غلام تیرے مقابلے کو جائے گا۔ زہرہ نے نابل کو جو قبیلہ مہتم کا غلام تھا اشارہ کیا۔ اس نے گھوڑا آگے بڑھایا۔ شہر یار جو دیو کا ساتن و پوش رکھتا تھا نابل کو کمزور دیکھ کر تیز ہاتھ سے پھینک کر گردن میں ہاتھ ڈال کر زور سے کھینچا اور زمین پر گر کر سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اتفاق سے شہر یار کا انگوٹھا نابل کے منہ میں آگیا نابل نے اس زور سے کاٹا کہ شہر یار تھلا گیا۔ نابل موقع پا کر اس کے سینے پر چڑھ گیا اور تلوار سے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ شہر یار نہایت عمدہ لباس اور اسلحہ سے آراستہ تھا۔ نابل نے زہرہ وغیرہ اس کے بدن سے اتار کر جناب سعد رضی کے آگے رکھ دیں۔ حضرت سعد رضی نے حکم دیا کہ نابل اسی لباس اور اسلحہ سے سج کر آئے۔ چنانچہ جب وہ اس آراستہ ہو کر مجمع عام میں آیا تو لوگوں نے اسے زبردست داد تحسین پیش کی۔

تسخیر بہرہ شیر | کوئی سے آگے پائیے تخت کے قریب ایک مقام بہرہ شیر تھا۔ یہاں ایک شاہی رسالہ رہتا تھا۔ جو ہر روز ایک بار قسم کھا کر کھتا تھا۔ کہ جب

ہم ہیں۔ سلطنت فارس پر کبھی زوال نہیں آسکتا۔ یہاں پر ایک شیر پلا ہوا تھا۔ جو کسری سے بہت پلا ہوا تھا۔ اور اسی لیے اسے بہرہ شیر کہتے تھے۔ جناب سعد رضی کا لشکر قریب پہنچا تو دراز پ کر نکلا۔ لیکن ہاشم نے جو ہر اول کے افسر تھے۔ اس صفائی سے تلوار لاری

کہ وہ شیر و ہن دھیر ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نے ہاشم کی بہادری پر ان کی پیشانی کو چوم لیا۔

آگے بڑھ کر جناب سعدؓ نے بہرہ شیر کا محاصرہ کیا اور فوج نے ادھر ادھر پھیل کر ہزاروں آدمی گرفتار کر لیے۔ شہر زاو نے جو سا باطکار میں تھا، سعدؓ سے کہا کہ یہ معمولی کاشتکار ہیں تو انہوں نے ان کے نام دفتر میں درج کر کے چھوڑ دیا۔ اس پاس کے تمام رئیسوں نے جزیہ قبول کر لیا۔ لیکن شہر پر قبضہ نہیں ہو سکا۔ اور دو ماہ تک محاصرہ برقرار رہا۔ ایرانی کبھی کبھی قلعہ سے نکل کر معرکہ آرا ہوتے رہے ایک روز بڑے جوش و خروش سے انہوں نے مرتے اور مائے پر کمریں باندھ لیں اور تیر برساتے ہوئے نکلے، مسلمانوں نے برابر کا جواب دیا۔ زہرہ جو مسلمانوں کے مشہور افسر تھے۔ اور معرکوں میں سب سے آگے آگے رہتے تھے۔ ان کی زرہ کی کڑیاں کہیں کہیں سے ٹوٹ گئی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ اس زرہ کو تبدیل کر کے نئی پہن لیجئے۔ بولے میں ایسا خوش قسمت کہاں ہوں کہ دشمن کے تیران سب کو چھوڑ کر میرے ہی طرف آئیں۔ اتفاق یہ ہوا کہ پہلا تیرا نہی کو آ کر لگا۔ لوگوں نے نکالنا چاہا تو انہوں نے منع کیا۔ کہ جب تک یہ بدن میں ہے اسی وقت تک زندہ بھی ہوں۔ چنانچہ اسی حالت میں آپ حملہ کرتے ہوئے بڑھے اور شہر براز کو تیران کا ایک نامور افسر تلوار سے مار دیا۔ محوڑی دیر لڑ کر ایرانی بھاگ گئے اور شہر والوں نے صلح کا حفیظا بلند کر دیا۔

بہرہ شیر اور مدائن میں صرف دریائے دجلہ ہائل تھا۔ جناب سعدؓ بہرہ شیر سے بڑھے تو آگے دجلہ تھا۔ ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل تھے توڑ کر بے کار کر دیئے اور کشتیاں گم کر دیں۔ حضرت سعدؓ پڑے سوچتے رہے کہ نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ فوج دریا میں گھوڑے ڈالے عبور کر رہی ہے۔

بیدار ہوئے تو آپ کی زبان پر تھا کہ ”ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں۔ ہمارے لیے اللہ ہی کافی اور بہترین کارساز ہے!“ انہوں نے فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دہن میں پناہ لے لی ہے۔ یہ ہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے!“

یہ کہہ کر سپہ سالار سعد بن وقاص نے گھوڑا دیا
بلاکشتی دہل فوج کا دریا عبور | میں ڈال دیا۔ اور پار اترنے کے لیے لشکر کی ترتیب اسی طرح دی گئی کہ دو مسلمان باہم ملے ہوئے اور باتیں کرتے ہوئے دریا عبور کریں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دے گھوڑے ہم نے

اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج دریا میں اتر گئی۔ یہ لوگ آپس میں باتیں کرتے منستے اور مسکراتے ہوئے پار پہنچ گئے۔ ایرانیوں کے تصور میں بھی یہ بات سنیں آسکتی تھی کہ ایسے جیالے اور دلاور لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو یوں دریا کے ذخار کو پار کر لیں۔ ان پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ انہیں فوق الانسان سمجھنے لگے مسلمانوں کو کنارے پر اترتا دیکھ کر ان کے منہ سے نکلا۔

”دیواں آمدند۔ دیواں آمدند“ اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ ساٹھ ہزار اسلامی شہسوار دریائے دجلہ پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے گویا باغ کی روشنیوں پر چیل قدمی کر رہے ہیں اور جہاں گھوڑے تھک جاتے۔ وہاں خشک ٹیلہ یا خشک زمین نمودار ہو جاتی تھی جس پر وہ کھڑے ہو کر آرام کر لیتے تھے۔ نہ کوئی شخص دریا میں ڈوبا اور نہ کسی کی کوئی چیز ضائع ہوئی۔ ہاں ایک سوار کا پیالہ دریا میں گر کر موج میں بہہ گیا۔ صاحب کا سہ نے پار اتر کر کہا، خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ میرا پیالہ کھو دے۔ یہ کہنا تھا کہ

ایک لہرائی اور پیالہ کنارے پر آ رہا۔ اس دن کا نام "یوم الماء" (پانی کا دن رکھا گیا)۔
 سر ولیم میور بھی مسلمانوں کے اس حیرت انگیز طریق پر دریا عبور کرنے کی تصدیق
 کرتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو دریائے نیل سے باسلامت پارے
 گئے۔ اسی طرح سپہ سالار حضرت سعد بن وقاص مجاہدین اسلام کو لے کر دریائے دجلہ
 عبور کر گئے۔ بزد گرد اسلامی لشکر کے اس طرح دریا پار کرنے کا حال سن کر شہر چھوڑ کر
 بھاگ نکلا اور مسلمان بڑے اطمینان سے شہر مدائن میں داخل ہو گئے۔

تسخیر مدائن | مدائن میں ہر طرف سناٹا تھا۔ نہایت عبرت ہوئی۔ حضرت سعدؓ کسریٰ
 کے قیصر امین میں داخل ہوئے تو ان کی زبان پر بے اختیار وہ آیات
 جاری ہوئیں جو فرعون کے آل سمیت غرق ہونے پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں
 ارشاد فرمایا ہیں۔ ترجمہ یہ ہے: "وہ بہت سے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ عمدہ
 مقام اور اس ناز و نعمت کو چھوڑ گئے۔ جن کے نشہ میں وہ باتیں بنایا کرتے تھے۔
 ایسا ہی ہوا۔ اور ان چیزوں کا ہم نے دوسروں کو وارث کر دیا۔"

کسریٰ کے محل میں نماز جمعہ | مدائن میں جمعہ کے روز داخل ہوا۔ حضرت سعدؓ
 نے وہیں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات "صلوۃ
 الفتح" پڑھی۔ کسریٰ کے اس محل میں جمعہ ادا کیا گیا اور یہ پہلی نماز جمعہ تھی۔ جو دار السلطنت
 ایران میں پڑھی گئی۔ جناب سعد بن وقاص نے تخت کسریٰ کی جگہ منبر رکھ کر خطبہ
 پڑھا جس تخت پر بیٹھ کر پروردگار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام
 کا نام مبارک چاک کیا تھا۔ وہ آج غلامان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے
 نیچے ہے جس قصر میں بیٹھے ہوئے بزد گرد نے اسلامی سفارت سے کہا تھا کہ تمہیں ستم
 قادیسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ اس قصر کی زمین آج مسلمانوں کے قدم چوم رہی
 تھی۔ قادیسیہ کا میدان رستم اور اس کے ہاتھیوں والی فوج کا قبرستان بن چکا تھا۔

وہ سرزمین جس میں نمرود نے خدائی کا دعویٰ کر کے، جناب ابراہیم کو آگ کے شعلوں میں جھونک دیا تھا۔ اور ان پر وہ آگ سلامتی والی بنی اور نمرود کو ایک مچھرنے ہلاک کیا۔ وہی سرزمین خلیل اللہؑ کی اولاد کے تصرف میں آگئی۔ سچ ہے اللہ ہی بادشاہوں کا مالک ہے وہ جسے چاہے دے اور جس سے چاہے چھین لے۔“

دو تین دن بھر کر امیر لشکر اسلام حضرت سعد بن وقاص نے حکم دیا کہ دیوانہ شاہی کا خزانہ اور نادرات لا کر لکھا کیے جائیں۔ کیا فی سلسلے سے لے کر نوشیرواں کے عہد تک کی ہزاروں یادگار چیزیں بھئیں۔ خاقان چین، راجہ دہرا، قیصر روم، افغان، بن منذر، سیاوش، بہرام چہرہ کی زریں اور تلواریں بھئیں۔ کسریٰ، ہرمز اور کیفیاد کے خنجر تھے۔ نوشیرواں کا تاج، زنگار اور ملبوس شاہی تھا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا۔ سینے پر یاقوت اور زرد ہڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان بھٹی اور مہار میں بیش قیمت یاقوت پر وئے ہوئے تھے۔ ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔ سب سے عجیب و غریب ایک فرش تھا جس کو ایرانی بہار کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ فرش اس غرض کے لیے تیار کیا گیا تھا کہ جب بہار کا موسم نکل آئے تو اس پر بیٹھ کر شراب پی جائے۔ الغرض اس میں بہار کے تمام سامان مہیا کیے گئے تھے۔ درمیان میں سبزہ زار تھا۔ چاروں طرف جدولیں بھئیں۔ ہر قسم کے درخت اور درختوں میں ٹسگوئے، پھول اور پھل تھے۔ طرہ یہ کہ جو کچھ تھا نزد جواہرات کا تھا۔ یعنی سونے کی زمین، زرد کا سبزہ، پچھیراج کی جدولیں سونے چاندی کے درخت، حریر کے پتے اور جواہرات کے پھل تھے۔

غرض یہ تمام سامان مسلم فوج کے ہاتھ آیا۔ لیکن اہل فوج ایسے راست باز اور دیانت دار تھے کہ جس نے جو چیز پائی بچنبہ لا کر افسر کے پاس حاضر کر دی۔ چنانچہ حبیب سارے کا سارا سامان لا کر سجایا گیا اور دور دور تک میدان ہلکا اٹھا، تو خود

جناب سعدؓ کو حیرت ہوئی۔ بار بار تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے، جن لوگوں نے ان نادرات کو ہاتھ نہیں لگایا، بلاشبہ انتہائی دیانت دار ہیں۔

اس کے بعد مال غنیمت حسب قاعدہ تقسیم ہو کر پانچواں حصہ دربار خلافت اسلامیہ میں بھیجا گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں بجنسہ روانہ کی گئیں کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ و جلال اور اسلام کی فتح و اقبال کا تاشادیکھیں۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ سامان چنے گئے تو انہیں بھی مسلم فوج کی دیانت اور استغناء پر حیرت ہوئی۔

معرکہ جلولاء | یہ معرکہ فتوحات عراق کا خاتمہ تھا۔ مدائن کی شکست کے بعد ایرانیوں نے جلولاء میں جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور ایک زبردست فوج جمع کر لی۔ خزراد نے جو رستم کا بھائی تھا اور سر لشکر تھا، نہایت تدبیر سے کام لیا۔ اس نے شہر کے گرد خندق تیار کروائی۔ راستوں اور گذرگاہوں پر گھوڑ بچھو دیئے۔

سپہ سالار افواج اسلامیہ حضرت سعدؓ بن وقاص کو جب یہ خبر ملی، تو انہوں نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو خط لکھا، وہاں سے جواب آیا کہ ہاشم بن عتبہ بارہ ہزار فوج لے کر اس مہم پر پہنچ رہے ہیں اور مقدمۃ البجیش پر تعقاع مہینہ پر مسعر بن مالک، مہسرہ پر عمر بن مالک اور ساقہ پر عمرو بن مسرہ متقرر ہوں۔

ہاشم مدائن سے روانہ ہو کر چوتھے روز جلولاء پہنچے اور شہر کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ مہینوں تک رہا۔ ایرانی وقتاً فوقتاً قلعہ سے نکل کر حملہ آور ہوتے تھے۔ اسی طرح اسی

معرکہ ہوئے۔ لیکن ایرانیوں نے ہمیشہ شکست کھائی۔ تاہم شہر میں ہر طرح کا ذخیرہ موجود تھا۔ اور لاکھوں کی جمعیت تھی۔ اسی لیے بے دل نہ ہوتے تھے۔ ایک دن

بڑے زور شور سے نکلے مسلمانوں نے بھی جم کر مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ دفعتاً اس زور سے آندھی چلی کہ زمین و آسمان میں اندھیرا ہو گیا۔ ایرانی مجبور ہو کر پیچھے ہٹے۔ لیکن گرد و

غبار کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ ہزاروں آدمی خندق میں گر کر مر گئے۔ ایرانیوں کے

یہ دیکھ کر خندق کو ہاجا سے پاٹ کر راستہ بنایا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حملہ کی تیاریاں کیں۔ ایرانیوں کو بھی پل پل کی خبریں پہنچ رہی تھیں، انہوں نے اسی وقت مسلمانوں کی آمد کے رخ پر گوکھرو کھپوادیئے اور فوج کو سرو سامان درست کر کے قلعہ کے دروازے پر جا دیا۔ دونوں حریف اس طرح دل توڑ کر لڑے کہ حد کر دی۔ پہلے تیروں کا منہ برسایا۔ ترکش خالی ہو گئے تو بہادروں نے نیزے سنبھالے یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ ٹوٹ کر ڈھیر ہو گئے، تو تیغ و خنجر کا معرکہ شروع ہوا۔ جناب قعقاع نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے اور برابر آگے بڑھتے جا رہے تھے یہاں تک کہ قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گئے۔ لیکن سپہ سالار لشکر یعنی ہاشم پیچھے رہ گئے تھے۔ اور مسلمان فوج کا بڑا حصہ انہیں کی رکاب میں تھا۔ قعقاع نے نقیبوں سے اعلان کر دیا کہ سپہ سالار قلعہ کے دروازے تک پہنچ گیا ہے۔ مسلم فوج نے قعقاع کو ہاشم سمجھا اور زبردست پیش قدمی کی۔ ایرانی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ لیکن وہ جس طرف جاتے تھے گوکھرو بچھے ہوئے تھے۔ آخر کار وہ مسلمانوں کی تیغوں سے بچ کر نہ نکل سکے۔

نامہ فتح | سالار لشکر اسلامیہ حضرت سعد بن وقاص نے مزدہ فتح کے ساتھ پانچواں حصہ غنیمت مدینہ منورہ بھیجا۔ زیاد نے جو مزدہ فتح لے کر گئے تھے، نہایت فصاحت کے ساتھ جنگ کے حالات بیان کیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان واقعات کو اسی طرح مجمع میں بیان کر سکتے ہو؟ زیاد نے کہا۔ میں کسی سے مرعوب ہوتا تو آپ سے ہوتا۔ چنانچہ مجمع عام ہوا اور انہوں نے اس فصاحت و بلاغت سے تمام واقعات جنگ بیان کیے، کہ معرکہ کی پوری تصویر کھینچ گئی۔

حضرت عمرؓ بول اٹھے کہ خطیب اس کو کہتے ہیں۔

اس کے بعد زیاد نے غنیمت کا ذخیرہ حاضر کیا۔ لیکن اس وقت شام ہو چکی

تھی۔ اسی لیے تقسیم ملتوی رہی، اور صحن مسجد میں ان کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اور عبداللہ بن ارقم نے رات بھر سپرہ دیا۔ صبح کو مجمع عام میں چادر پٹائی گئی۔ درہم و دینار کے علاوہ انبار کے انبار خواہرات تھے۔ حضرت عمرؓ بے ساختہ روپے لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ روئے کا کیا مقام ہے؟ فرمایا کہ ”جہاں دولت کا قدم آتا ہے رشک و حسد بھی ساتھ آتے ہیں۔“

یزدگرد کو جلولا کی شکست کو خبر پہنچی تو حلوان چھوڑ کر رے کو روانہ ہو گیا۔ اور خسرو شنوم کو جو ایک معزز افسر تھا۔ چند رسالوں کے ساتھ حلوان کی حفاظت کے لیے چھوڑا گیا۔ حضرت سعدؓ خود جلولا میں ٹھہرے اور قفقاع کو حلوان کی طرف روانہ کیا۔ قفقاع قصر شیریں (حلوان سے تین میل پر ہے) کے قریب پہنچے ہی تھے کہ خسرو شنوم خود آگے بڑھا۔ اور مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ جناب قفقاع نے حلوان پہنچ کر قیام کیا اور ہر طرف امن کی منادی کرادی۔ اطراف کے رئیس آسم کر جزیرہ قبول کرتے جاتے تھے اور اسلام کی حمایت میں آتے جاتے تھے۔ یہ فتح عراق کی فتوحات کا خاتمہ تھی۔ کیونکہ عراق کی حدبیاں ختم ہو جاتی ہے۔

آخر کار اسلام کے اس مایہ ناز جرنیل حضرت سعدؓ بن وقاص نے ایران وفات | عراق کا تاج شاہی اتار کر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا۔ ملک ایران آج بھی اسلامی سلطنت کا حصہ ہے۔ شہر سعد آباد اور قصر سعد ایرانی بھائیوں کی عقیدت مندی کا زیروست ثبوت ہے۔

اور اس عظیم انسان اور پیارے صحابیؓ رسولؐ و سعدؓ بن ابی وقاصؓ نے ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ نماز جنازہ مروان بن حکم والی مدینہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ تمام عشرہ مبشرہ میں سب سے بعد آپ کا انتقال ہوا اور تقریباً بیاسی سال عمر پائی۔

فاتح عراق و شام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

”اللہ کی تلوار“

”چشت اور بے باک بہادر خالدؓ کے نام کے دہشت سے وہ تمام
قوتیں مطیع ہو گئیں جو فرات سے لے کر بحیرہ احمر تک پھیلی ہوئی
تھیں اور پھر کسی کو سرزمین عرب پر حملہ کرنے کے جرات نہ ہوئی“
(مشہور تاریخ مسطر گین)

نام : خالدؓ
پیدائش : مکہ، ہجرت سے بیس برس قبل۔
وفات :۔۔۔ (جمہور) ۲۱ھ

عمر :۔۔۔ اکتالیس سال

شجرہ نسب | خالدؓ بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم بن یفطہ
بن تیم بن کلاب بن مرہ بن کعب بن حوشی بن غالب بن مہر
بن مالک بن نصر بن کنانہ۔

حضرت خالدؓ بن ولید ایک مشہور قبیلے بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمر بن عامر حضرت خالدؓ کے جدِ اعلیٰ
(مخزوم) کے پوتے عمران عمرو کی پوتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سگی
پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب جناب خالدؓ کے سگے چچا ابوامیہ بن مغیرہ کی زوجہ

تھیں۔ دوسری پھوپھی ”میرٹھ“ سیف اللہ کے دادا میغرہ کے پوتے عبدالاسد بن ہلال کی بیوی تھیں۔ اہلبیت نبویؐ حضرت ام سلمہؓ حضرت خالد کے چچا ابوامیہ کی بیٹی تھیں جناب خالد بن ولیدؓ کی والدہ لبابہ صغریٰ بنت حارث ہلالیہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنینؓ حضرت میمونہؓ کی بہن تھیں۔ آپؐ کی دوسری خالہ لبابہ کبریٰ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی زوجہ تھیں (المعارف ابن قتیبہ دنیوری)

خالد بن ولیدؓ ہجرت سے بیس برس پہلے پیدا ہوئے۔

حضرت خالدؓ کے والد ولید بن میغرہ اچھے خاصے امیر خاندانی شرف و کمال آدمی تھے۔ اس کے علاوہ سوچو بوجھ بات چیت کرنے کی لیاقت کی وجہ سے بھی انہیں خاص عزت حاصل تھی۔ اور جب کبھی کسی غیر قوم سے کوئی معاملہ طے کرنا ہوتا تو مکہ و اسے انہیں کو بھیجتے تھے۔ جناب خالد بن ولیدؓ بچپن ہی سے بے حد مجاہد بہادر اور نڈر تھے۔ گھوڑے کی سواری، تیر کا نشانہ تلوار کے کرتب اور نیزے کے داؤد وغیرہ میں آپ کو شروع ہی سے کمال حاصل تھا۔ آپ جوان ہوئے تو یہ خوبیاں اور بھی چمک گئیں۔ آپ فطرتاً بڑی جنگی قابلیت کے مالک اور شجاع تھے۔ اسلام لانے سے پہلے قوم کی طرف سے انہیں فوجی کیمپ کا انتظام، انتظامی کمیٹیوں کی نگرانی، سامان لشکر کی حفاظت اور رسالے کی کمان سپرد کی تھی۔ یہ فرض انہوں نے بڑی خوبی سے سرانجام دیا تھا۔ جیسا کہ ان سے جنگ احد کے موقع پر ظہور میں آیا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچا یا تھا۔

سیدہ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت خالد بن ولیدؓ جذعہ فلاح نے اللہ کے ان نیک بندوں کو قریب سے دیکھا اور ان اچھے

کاموں کا اندازہ کیا تو قریش مکہ کی زیادتیاں نظر آئیں۔ اس کے بعد آپ کے بھائی ولید بن ولید نے جو مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ کے نام خط لکھا کہ "اے خالد! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دریافت کرتے تھے۔ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے" یہ خط پڑھنے کے بعد جناب خالد بن ولید مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے دلی دوست اور لڑائیوں میں ساتھ رہنے والے حضرت عمرو بن العاص بھی اس ارادہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے کا ارادہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ یہ سلسلہ کی بات ہے۔

خالد بن ولید جس وقت حاضر خدمت بنوی ہو کر مشرف بالاسلام ہوئے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے شکر خدا ادا کیا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا
فِي الْإِسْلَامِ۔
یعنی شکر ہے اس خدا کا، جس نے
تمہیں اسلام کی طرف راہنمائی کی۔

پھر فرمایا "اے خالد! تمہاری دشمنندی سے ہی امید تھی کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے" خالد نے عرض کیا کہ میں نے حضور کی بہت مخالفت کی ہے۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہی دنیا کو "سلامتی کا راستہ" دکھانا تھا۔ کسی سے ذاتی عداوت نہیں تھی۔ لہذا خالد کی تمام خطائیں فرما دیں۔

اسی سال سریہ موتہ واقع ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمر کی معرفت ایک خط فرمانروائے بصرہ کے پاس بھیجا۔ لیکن وہ حبیب مقام موتہ میں پہنچے تو عمرو بن شریکل نے انہیں (مسلمان قاصد) قتل کر دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ جمادی الاول ۶ھ میں بہادران اسلام کا ایک لشکر ترتیب دیا۔ جس میں اندازاً تین ہزار انصار شامل تھے اور زید بن حارث کو اس لشکر کا علم بردار مقرر فرمایا اور ارشاد ہوا

اگر زید بن حارث شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفر بن ابی طالب کو اپنا سردار بنانا۔ اگر حضرت جعفر بن ابی طالب بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ کو علمبردار بنانا۔

چنانچہ یہ لشکر اسلام مدینہ شریف سے نکل کر حیب مقام معان پہنچا۔ تو وہاں معلوم ہوا کہ ہر قل شاہ روم نے ایک لاکھ رومیوں اور ایک لاکھ عربوں پر مشتمل فوج سے فوج کشی کی ہے اور یہ دونوں لشکر سرزمین بلقاء میں ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔ صرف تین ہزار جان نثاران اسلام اپنے مقابل دو لاکھ بہادروں کا گردہ من کر دو راتیں معان میں ہی مقیم رہے اور سوچتے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آخر سب کی یہی رائے ہوئی کہ ایک خط کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی جائے اور دربار رسالت سے جو حکم آئے اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ نے کہا: اس انتظار میں بہت دن لگ جائیں گے۔ دل کو مضبوط کر کے سب اٹھ کھڑے ہو جاؤ جس چیز سے ڈرتے ہو۔ خدا کی قسم وہ وہی چیز ہے جس کے ذوقی شہادت میں ہم گھروں سے نکلے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مقابل کثیر جماعت ہے۔ لیکن ہم جمعیت کے لحاظ سے دشمن سے نہیں لڑتے۔ ہمارا لشکر اور ہماری قوت تو ہمارا اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی اسلام کی بدولت ہی آج تک فہمند کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی یہ پڑتاثر تقریر سن کر سب جان نثاران اسلام نے بے ساختہ کہا۔ بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اور یہ کہتے ہی سب مسلمان اسی وقت معان سے روانہ ہو پڑے اور وضع شارف کے نواح میں جا کر بٹھہر گئے۔ وہاں انہیں ہر قل کا لشکر ملا۔ مگر مسلمانوں نے نثریہ موتہ کی طرف حملہ کیا اور اسی جگہ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو پڑا۔

حضرت زید بن حارث کے ہاتھ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔

وہ بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ مخالفین کے لشکر میں جا گئے اور شہید ہو گئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی حضرت جعفر بن ابی طالب نے علم تھام لیا۔ آپ رجز خوانی کرتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کا صفایا کرنے لگے۔ جب ان کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو وہ پیادہ لڑنے لگے۔ آپ ہر طرف سے دشمنوں نے وار کرنا شروع کر دیا تو ان کا ایک بازو کاٹ گیا۔ آپ نے پرچم اسلام دوسرے بازو میں تھام لیا۔ اور اسی طرح لڑتے رہے۔ جب دوسرا بازو بھی جدا کر دیا گیا تو آپ نے کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر علم اسلام کو سینے سے لگا لیا۔ لیکن نیچے گرنے نہیں دیا۔ آخر آپ رحمت جعفر نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے پرچم اسلام کو اٹھایا اور گھوڑے سے اتر کر پیادہ جنگ میں شریک ہوئے اور خوب لڑے۔ یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ جناب عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے۔ مگر ثابت بن ارقم انصاری نے علم ہاتھ میں لے کر کہا۔ اے گروہ مسلمانان تم اپنے میں سے ایک شخص کی سرداری قبول کر لو۔ سب نے کہا تمہارے سردار ہونے پر ہم راضی ہیں۔ لیکن ثابت نے کہا، میں اس کام کے قابل نہیں ہوں۔ میرے خیال میں خالد بن ولید سرداری کے لیے موزوں ہیں۔ چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کر لیا۔ تو خالد بن ولید آگے بڑھے اور مسلمانوں کو لکار کر بڑے جوش و خروش سے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ امیر لشکر حضرت خالد جس پر اپنی تلوار کا وار کرتے تھے۔ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ آپ یہاں تک لڑے کہ آپ کی نو تلواں لڑتے لڑتے ٹوٹ گئیں۔ ہر تلوار کے ٹوٹتے ہی وہ دوسری تلوار لے کر دشمنوں پر شیر کی طرح چھٹے تھے۔ حضرت خالدؓ کی اس شجاعت اور بہادری کا دشمنوں پر ایسا رعب چھایا کہ مخالفین کے پاؤں اکھڑ گئے۔

دوسرے دن صبح جب مقابلہ کے لیے پھر دونوں لشکر صف آرا ہوئے تو

بہا و اسلام خالد بن ولید نے ان مسلمانوں کو جو گزشتہ دن پیچھے تھے آگے کر دیا اور اگلی صفوں کے مسلمانوں کو پیچھے کر دیا۔ اس صف آرائی سے دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی نہی کمک آگئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جب حضرت خالدؓ نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ ان کے ساتھ والی اگلی صفوں کے مسلمانوں نے بھی زبردست جوش کا مظاہرہ کیا۔ تو دشمنوں کے منہ پھر گئے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے لیکن جناب خالدؓ نے مصلحت وقت کے پیش نظر ان کا تعاقب نہیں کیا اور آپؐ لشکر اسلام سے کر واپس مدینہ آ گئے۔

خالدؓ جبار کی فتح اور مسلمان فوج کی بے ضرر کامیابی واپسی پر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالدؓ کو "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کا شاندار خطاب عطا فرمایا۔ اور آپؐ نے اپنی بہادری کے عظیم الشان کارناموں سے ثابت کر دیا کہ اس خطاب کے اصل حقدار ہی تھے۔

فتح مکہ شریف | صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ رسول اللہ علیہ وسلم کے حلیف اور ان کے مخالف قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کا حلیف تھا اس لیے اس نے حلیف پر حملہ کر دیا اور کعبہ میں پناہ لینے کے بعد بھی بنو خزاعہ کے ٹکڑے کر دیے۔ اس موقع پر قریش نے ان ظالموں کا ساتھ دے کر شرائط صلح کی خلاف ورزی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ دس رمضان ۶۱ھ کو مدینہ سے مکہ چل پڑے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ ابوسفیان بن خزاعہ کے گھرنیہ لیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ یا اپنے گھروں کے دروازے بند نہ کریں۔ اور یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائیں۔ وہ پناہ پائیں گے اور ان کو امن دیا جائے گا۔ مجاہدین اسلام کا یہ لشکر منزلیں طے کرتا ہوا جب مکہ شہر کے قریب پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو تین حصوں میں بانٹ دیا۔ ان تینوں لشکروں کے

سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت خالد بن ولیدؓ مقرر
فرمائے۔ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ فوجیں الگ الگ راستوں سے
شہر کے اندر داخل ہوں۔

قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور حضرت خالدؓ کے زیر کمان فوج
پر تیر برسائے۔ چنانچہ دو مسلمان شہید ہوئے۔ جناب خالدؓ نے مجبوراً جوابی حملہ کیا تو یہ
لوگ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ حضورؐ نے تلوار کا چمکنا دیکھا تو خالدؓ سے باز پرس کی
لیکن جب معلوم ہوا کہ ابتداءً مخالفین نے کی تو ارشاد فرمایا کہ ”فقتلے الہی میں تھی۔“

آخر کار اس معمولی جھڑپ سے پٹ کر جب تمام مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے
تو مشرک عورتیں اپنے اپنے بال کھول کر لشکر اسلام کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئیں اور
اپنی اپنی چادر عساکر اسلامی کے گھوڑوں کے منہ پر مارتے لگیں۔ تاکہ گھوڑے بدک
جائیں رحمۃ اللعالمینؐ نے یہ حالت دیکھی تو تبسم مسکرایا۔ الغرض خدا کا سچا رسولؐ اپنے
اصحابؓ کے جھرمٹ میں پروردگار عالم کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوا بڑھنے لگا۔
اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”اے گروہ قریش! تم جانتے ہو ہم تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے۔ انہوں نے
کہا کہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ آپؐ دربان اور مرہبان بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس
پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔
”لَا تَنْزِيلَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ“ یعنی جاؤ میں تمہیں آزاد کیا۔“

اسی رمضان میں رسالت مآبؐ نے حضرت خالدؓ کو قید بنو کنانہ کے
بیت شکن | بت عزیٰ کو توڑنے پر مامور فرمایا تو انہوں نے جا کر اس کے ٹکڑے
ٹکڑے کر دیے۔

تبلیغ اسلام | فتح مکہ کے تقریباً ایک ماہ بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت خالد بن ولیدؓ سپہ سالار اسلام کو مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کا سردار بنا کر قبیلہ بنی خزیمہ والوں کو تبلیغ اسلام کے لیے روانہ فرمایا۔

مکہ کی فتح صحرا کے قبائل کے دلوں میں ایک کھٹکناخا
غزوہ حنین شوال ۶۱۰ھ | تھی۔ وہ اکٹھے ہو گئے اور ایک لشکر مرتب کر لیا جس میں

عرب کے چار ہزار چیدہ چیدہ سپہ سالار شامل تھے۔ قبائل کا یہ لشکر وادی حنین میں جمع ہوئے جب حضور کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپؐ نے بھی اپنی فوج کو حنین کا رخ کرنے کا حکم دیا۔ یہ بارہ ہزار کا لشکر رسالت مآبؐ کی معیت میں رواں دواں ہوا۔ فوج کی ترتیب میں بنو سلیم مقدمہ الجیش تھے اور ان کی قیادت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کو کثرت تعداد پر غرور ہوا جو بارگاہ ایزدی کو پسند نہ آیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

ترجمہ: "حنین کے دن تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا۔ اور اس ناز سے تمہیں نقصان پہنچا اور زمین باوجود کشادگی تم پر تنگ ہو گئی۔ یہاں تک کہ تمہاری فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ و اطمینان نازل کیا اور وہ لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور ان کافروں کو سزا دی یقیناً وہ اسی سزا کے مستحق تھے۔"

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس جنگ میں اتنی بہادری سے مقابلہ کیا کہ آپؐ ہمارا بدن زخموں سے لہو لہان ہو گیا اور انہیں زخم آئے۔ فتح کے بعد سرورِ عام انہیں خالدؓ کی تلاش کرتے پھر رہے تھے اور بار بار فرماتے تھے، تم میں سے کوئی مجھے خالدؓ کے پاس پہنچا دیتا۔ یہاں تک کہ آپؐ حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گئے۔ دیکھا تو وہ زخموں سے چور پڑے ہوئے تھے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ایزدی میں خالدؓ کے لیے شفا کی دعا مانگی۔ آپؐ کا دم مبارک ہی سر ہم بن گیا اور خالدؓ سیف اللہ اچھے ہو گئے۔

حنین میں مشرکین کی شکست خوردہ فوج طائف میں پہنچی اور قلعہ بند ہو گئی مسلمان
ادھر سے گزرے تو قلعہ بند فوج نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی اور مسلمانوں
نے بڑی بہادری سے آگے بڑھ کر اس بستی کو گھیر لیا۔ اور اس وقت تک وہیں نہ
ہوئے جب تک کافروں نے امن و امان سے رہنے کا پکا وعدہ نہ کیا۔ اس کا مقدمہ
الجیش بھی حضرت خالد بن ولید کی کمان میں تھا۔

غزہ تبوک | تاجروں کا ایک قافلہ سرزمینِ شام سے آیا۔ اس نے خبر
دی کہ ہر قتل مسلمانوں کو تباہ کرنے کی زبردست تیاریاں
کر رہے ہیں۔ بہت سے عرب سردار بھی امداد کا وعدہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے اسے یہ بتایا
ہے کہ عرب کے پیغمبر کا انتقال ہو چکا ہے اور مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیل چکی ہے۔
جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے اصحاب
کو جمع کر کے فرمایا۔

”خدا کی راہ میں ہر شخص جس قدر ممکن ہو وہ اس قدر زبردست پیش کرے۔“
یہ لڑائی معمولی دشمنانِ عرب سے نہ تھی۔ بلکہ روم کی ایسی زبردست سلطنت
سے مقابلہ تھا۔ جن کے پاس ہر قسم کے اعلیٰ درجے کا سامان جنگ موجود تھا۔ ہر قتل کی
لاکھوں مسلح و زره پوش اور باقاعدہ فوج مسلمانوں کے مقابلے کے لیے تیار تھی۔ اس
لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے زبردست لشکر سے سامنا کرتے ہوئے مسلمان
خورد و نوش و زادِ راہ کی ضرورت کے لیے روپے کی بھی ضرورت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل پر اسلام کے نام لیواؤں نے ڈھیر کے
ڈھیر لگا دیئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال اسبابِ لاکر خدمتِ اقدس
میں پیش کر دیا۔ فاروق اعظمؓ نے آدھا اور حضرت عثمانؓ تو اپنی غنا کے سبب سب
سے بڑھ گئے تھے۔ آخر قیس ہزار جانثاروں پر مشتمل اسلامی لشکر تیار ہو گیا۔

تبوک ایک مشہور مقام ہے جو مدینہ اور دمشق کے درمیان میں نصف راہ پر مدینہ سے چودہ منزل ہے۔ حضورؐ نے یہ خبر سن کر ردی جنگ موتہ کا انتقام لینے کے لیے عرب پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اُس طرف آگے بڑھ کر ان کی روک تھام کرنا مناسب سمجھا تو آپؐ نے لشکر اسلام کی روانگی کا حکم دیا۔ تاکہ دشمن کو راستے ہی میں روک لیا جائے، غرض حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابن عوفؓ مختلف دستوں کی کمان کر رہے تھے۔ لشکر اسلام تبوک کے مقام پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اور دشمن کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ مگر رومیوں کو مقابلہ کی جرات نہ ہوئی۔

اکیدر اکید بن عبدالمالک دومتہ الجندل کا حاکم تھا، دومتہ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک پہاڑی قلعہ تھا۔ اکید رومیوں کا حلیف تھا۔ اور اس کی اسلام دشمنی برابر جاری تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خالدؓ کو چار سو سوار دے کر روانہ کیا۔ جب آپؐ دومتہ پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ مگر رات چاندنی تھی۔ اکیدر باہر کے خطرے سے بے نیاز ہو کر قلعہ کے اندر عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ قلعہ کے دروازہ پر اچانک کھٹ کھٹ ہوئی۔ دیکھا تو ایک بہت بڑی نیل گاؤں کی ماریں مار رہی تھیں۔ اکیدر کی بیوی نے اپنے خاوند کو بتایا تو وہ مسرت سے جھوم اٹھا۔ کیونکہ وہ شکار کا بے حد دلدادہ تھا۔ وہ خود نیل گاؤں کا شکار کرنے قلعہ سے باہر نکلا۔ حضرت خالدؓ بھی تاک میں بیٹھے تھے۔ جوں ہی وہ مچلا شکاری باہر آیا۔ گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بھائی حسان نے اکیدر کو چھڑانے کی کوشش کی تو وہ مارا گیا۔ اس کے بھائی مہصاد نے حضرت خالدؓ بن ولیدؓ نے اپنا شکار سنبھالا اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اکیدر نے رومیوں کا حلف اتار کر پھینک دیا اور مسلمانوں کو جزیہ دینا قبول کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مغایف فرما دیا اور پہاڑی قلعہ پر اس کی

حکومت برقرار رہنے دی۔

تقریر خالد بن ولیدؓ مبلغ اسلام

حضرت خالد بن ولیدؓ تلوار ہی کے دھنی تھے بلکہ خطابت میں بھی ماہر تھے۔ جو فن حرب کا جزو اعظم ہے۔ عرب کے بڑے بڑے سردارزما تو ہلاک ہو چکے تھے یا جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ صرف چند قبائل جو باقی رہ گئے تھے۔ ان کو بھی بڑے زور شور سے اسلام کی دعوت دی جا رہی تھی۔

چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کو بنو حارث بن کعب بن مدحج کی ہدایت کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ کی تبلیغی تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ بنو مدحج کے بڑے سردار مدینہ میں آکر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بنو خزیمہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت خالدؓ ہی کی کمان میں ایک جماعت بنو عبد المدان بخزانی کی طرف دعوت اسلام دینے کے لیے روانہ کی۔ اور خالدؓ کو تاکید کی کہ اللہ تعالیٰ کی تلوار میان میں ہی رہے۔ آپؐ نے گھر گھر پھر کر تبلیغ کی اور سارے قبیلے کو مشرف بہ اسلام کر کے خدمت نبوی میں حاضر کیا۔

اسی سال ہی کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی سمت تشریف لے گئے۔ مغربی سمت ایک ایک دستہ حضرت علیؓ اور حضرت خالدؓ کے ماتحت روانہ فرمایا۔ اور پھر تاکید کی کہ کفار پر صرف اسی وقت حملہ کرنا۔ جب کہ وہ پہل کریں۔ چنانچہ جب تبلیغ کی گئی تو مینیوں نے اس کے جواب میں سنگ و خشت باری کی۔ سیف اللہ کو مدافعت میں نکلنا پڑا۔ آخر وہ لوگ بلا جبر واکراہ مسلمان ہو گئے۔

سیف اللہ علیہ صدیقیؓ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ

اول منتخب ہوئے تو منافقوں نے ہر طرف سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ان کی شورش اور فتنہ انگیزی بڑی حوصلہ شکنی تھی مگر صدیق اکبرؓ بڑے حوصلہ مند انسان تھے۔ ان کے پائے ثبات اور استقلال میں ذرا سی بھی خیش نہیں ہوئی۔ خلیفہ رسولؐ نے بہادران اسلام کے گیارہ دستے بنائے۔ گیارہ جھنڈے گیارہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیے۔

۱۔ ایک دستہ کا جھنڈا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے طلحہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

۲۔ دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابوجہل کو دیا اور انہیں مسیلہ کذاب کے مقابلہ پر بھیجا۔
۳۔ تیسرا جھنڈا ام جریض بن ابی امیہ کو دیا اور فرمایا کہ تم یمن کی طرف جا کر اسود عسی کے سرکش لشکر کا استیصال کرو۔ اور اس سے فاسخ ہو کر حضرموت میں جا کر بنی کندہ کی سرکوبی کرو۔

۴۔ چوتھا جھنڈا خالد بن سجد کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم شام کے سرحدی علاقہ پر جاؤ اور وہاں سرکش اور مرتد قبائل نظر آئیں تو انہیں سزا دے کر راہ راست پر لاؤ۔

۵۔ پانچواں جھنڈا عمر بن العاص کو دیا اور انہیں بنی قضاہ کی طرف روانہ کیا۔ جو شمالی و مغربی عرب میں تھے اور ان قضاہ عیوں سے الگ تھے۔ جنہوں نے شام کے قریب سکونت اختیار کر لی تھی۔

۶۔ چھٹا جھنڈا خدیفہ بن محسن العطفالی کو اور ان کو اہل دبا کے مقابل بھیجا۔
۷۔ ساتواں علم عرفجہ بن برتمہ کو دیا اور انہیں قبائل مرہ کی طرف روانہ کیا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ آگے بڑھ کر تم اور خدیفہؓ ایک دوسرے سے مل جانا۔

۸۔ آٹھواں جھنڈا شرجیل بن حسنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم عکرمہ بن

ابو جہل کے پیچھے پیچھے روانہ ہو۔ اور جب سیلہ کذاب سے فراغت ہو جائے تو بنی قناعہ کی طرف بڑھ جانا۔

لڑنے والوں جھنڈا معن بن حجاز کو دیا۔ اور انہیں بنی سلیم اور ان کے ہم آہنگ رفیقوں بنی ہوازان کی طرف روانہ فرمایا۔

دسواں پرچم سوید بن مقرن کو دے کر فرمایا کہ تم مین کے علاقہ قحاما میں جاؤ۔ گیارہواں جھنڈا علاء بن الحضرمی کو دیا اور بحرین کی طرف روانہ کیا۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ سب مقامات اور قبائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قاصدوں کے ہاتھ اس مضمون کے خط روانہ کیے کہ دین اسلام قبول کرو۔ اور راہ راست پر آؤ۔ ورنہ ارتداد کے انجام سے ڈرتے رہو۔

طلیحہ کی شورش | تمام سرکش قبائل میں زیادہ طلیحہ کی شورش تھی۔ جس نے بنی طے کے اندرونی قبائل جدیلہ وغوث کو بھی اپنے لشکر میں لا کر جمع کر لیا تھا۔ جس میں سے کچھ تو فوراً ہی اس کے پاس چلے آئے اور بعض نے وعدہ کیا کہ ہم بعد میں آئیں گے۔

طلیحہ بہت فریبی تھا اور اس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا اور لوٹ مار کے بہت سے شوقین اور ڈاکو اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ عدی بن حاتم کے سمجھانے بچھانے پر بنی طے اور بنی جدیلہ نے طلیحہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور بلا مقابلہ دین اسلام کے آگے سرِ اطاعت خم کر دیا۔ اب خالد بن ولید اپنے لشکر کو لے کر طلیحہ کی طرف بڑھے۔ آپ نے پہلے دواضاری بہادر وں عکاسہ بن محسن اور ثابت بن اقرن کو اپنی فوج کا سردار بنا کر آگے بڑھایا۔ طلیحہ کا بھائی جبال اسلام کے لشکر پر اپڑا۔ مگر ان دونوں بہادروں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ اور

دشمنوں کو شکست دے دی۔ جیال مارا گیا اور اس کے رفقاء اپنے سردار کو میدان جنگ میں مردہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

بھائی کے مارے جاتے کا حال سن کر طلیحہ بے تاب ہو گیا اور نہایت غیظ و غضب میں اپنے بھائی مسیلہ کے ساتھ لشکر اسلام پر آپڑا۔ عکاشہ اور ثابت دونوں بہادران اسلام اس لڑائی میں شہید ہو گئے اور خالد بن ولید کے پیچھے پہنچنے والی طلیحہ لشکر اسلام کو نقصان پہنچا کر واپس ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید غصناک ہو گئے اور براخہ میں جا پہنچے۔ طلیحہ وہیں موجود تھا۔ اس نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور میدان جنگ گرم ہو گیا۔ نامور شجاع عرب عیینہ بن حصن طلیحہ کے ساتھ تھا۔ اور اس کے جھنڈے تلے سات سو قراری تھے جو نہایت ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ خود طلیحہ ایک چادر اوڑھے پھیر بنا لشکر کے پیچھے کھڑا تھا۔ دیر تک اس جدال و قتال میں کوئی نتیجہ نہ نکلا تو عیینہ نے طلیحہ کے پاس جا کر پوچھا۔ فرمائیے آپ پر جبریل آئے اور کوئی خبر لائے! اس نے کہا ابھی نہیں۔ ادھر مسلمان زیادہ جوش و خروش سے حملہ کر رہے تھے اور طلیحہ کے اور طلیحہ کے ہمراہی بدحواس ہوئے جا رہے تھے آخر عیینہ پھر گھرایا۔ طلیحہ کے پاس گیا۔ اور اس نے پھر وہی دریافت کیا کہ اب بھی جبریل آئے یا نہیں۔ ہمارا تو کام ہی تمام ہوتا جاتا ہے۔

آخر عیینہ مایوس ہو گیا اور اپنے قبیلہ کے لوگوں یعنی قرارہ سے چلا کر بولا۔ ”بے شک خدا کو معلوم ہے کہ عنقریب ایسا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ جس کو ہم زندگی بھر نہ بھولیں گے۔ اسے بنی قرارہ بس ہو چکا۔ واپس چلو یہ پیغمبر نہیں ہے۔ بلکہ جھوٹا مکاشخص ہے۔“ بنی قرارہ اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی بھاگے۔ اور ساتھ ہی طلیحہ کے لشکر نے بھی شکست کھائی۔ طلیحہ اپنی بیوی نوار کو

اپنے گھوڑے پر بٹھا کر بھاگ نکلا۔ بھاگتے بھاگتے اپنے لشکر سے کٹا گیا۔ لوگوں میں
کسی کو بن پڑے، میری طرح اپنی اپنی جورو کو لے بھاگے۔ طلحہ نے یہاں سے فرار
ہو کر سرحدِ شام پر جا کر دم لیا اور بنی کلب میں اتر آ۔

امّ زمل امّ زمل ایک حسین عورت تھی۔ وہ قبیہ بنو غطفان کے سردار کی بیٹی
تھی۔ اس نے بھی جھوٹا دعویٰ نبوت کیا۔ اس کے حسن و جمال کے سبب
پیشتر نوجوان اس کے معتقد ہو گئے۔ کئی ایک مرزد قباہل بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے اسے
اپنی طاقت پر بے حد زعم تھا۔ اسے اس بات پر بھی ناز تھا کہ وہ بڑے بڑے بہادروں
کو اپنے حسن کے جادو سے بھی مطیع کر سکتی ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے جب اس سرکش عورت کا حال سنا تو اپنے لشکر کے ساتھ
اس کی طرف بڑھے۔ قریب پہنچے تو امّ زمل کو مقابلہ کے لیے تیار پایا۔ دونوں جانب
جنگ کی صفیں مرتب ہوئیں اور بڑی سخت لڑائی ہونے لگی۔ امّ زمل ایک ناقہ پر سوار
میدانِ جنگ کے درمیان تھی اور لوگ اس کے اونٹ کے نیچے جانب داری سے
لڑتے اور کٹتے مڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کو یقین ہو گیا۔ کہ جب تک یہ اونٹنی کھڑی
ہے۔ دشمنوں کو شکست نہیں ہو سکتی۔ اس خیال سے بہادرانِ اسلام نے امّ
زمل پر حملہ کیا اور ان تمام لوگوں کو مار مار کر ادا کیا اور بٹھا دیا۔ جو امّ زمل کے ناقہ کو
جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے۔ آخر جانِ مشارِ اسلام نے اس مرزد عورت کے
ناقہ کی کمرہ چھین کاٹ کر اسے گرا دیا۔ اونٹ کی محمل سے گرتے ہی امّ زمل کسی مسلمان
کے ہاتھ سے ماری گئی اور اس کے تمام رقتا و سر پر پاؤں کھڑکھڑا گئے۔

سیلمہ سیلمہ نبوت کا ایک جھوٹا دعویٰ دار تھا۔ اور وہ کافی طاقتور تھا
اس کے ساتھ بنی حنیفہ کے چالیس ہزار سوار تھے۔ وہ کھلم کھلا
بغاوت پر آمادہ تھے۔ ان کا صدر مقام یمامہ تھا۔ جو وسطِ عرب میں قدیم

مشرق کی طرف واقع ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے باغیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے حضرت عکرمہؓ کو بھیجا۔ لیکن انہوں نے جلد بازی سے کام لیا اور نقصان اٹھایا۔ شرجیلؓ یہ حال سن کر راستے میں ہی پھٹ گئے۔ عکرمہؓ نے دربار خلافت میں جب اس شکست کا حال لکھا تو ابو بکر صدیقؓ نے فوراً جواب میں لکھا: خبردار! وہاں سے واپس نہ چلے جانا۔ تم سیدہ کو چھوڑ کر خذیفہؓ اور عرقہؓ کی طرف کوچ کر کے یمن و حضرت موت میں مہاجر ہو جاؤ اور شرجیلؓ کو لکھا کہ خالد بن ولیدؓ تمہارے پاس آ رہے ہیں۔ جب تک تمہارے پاس نہ آجائیں تم جہاں ہو وہیں مقیم رہو اور جب سیدہ کذاب کی مہم سے فراغت ہو جائے تو تم عمرو بن عاصؓ سے جا ملنا جو بنی قضاعہ کے مقابلے پر گئے ہوئے ہیں۔

غرضیکہ خالد بن ولیدؓ سیدہ کذاب کی سرکوبی کے مہاجر و انصار کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ادھر شرجیلؓ نے خالد بن ولیدؓ کی روانگی کا حال سنا تو ان سے پہلے کوچ کر کے حملہ کر دیا اور سیدہ کذاب کے لشکر سے بڑھ بھڑ شروع کر دی۔ جب حضرت خالدؓ نے یہ سنا تو اس پر شرجیلؓ کو سزیش کی۔ ادھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ انتظام کیا کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کی کمک کے لیے سلیطہؓ کو بھی ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ خالدؓ کی پشت کی طرف سے ان پر حملہ آوار ہوئے۔

جنگ یمامہ | بہر حال حضرت خالد بن ولیدؓ نے سیدہ کذاب کے علاقہ میں

مقام عقراب میں پڑاؤ ڈالا۔ جب سیدہ کو لشکر اسلام کے آنے کی

خبر ہوئی تو اس نے اپنے ایک شریف و نامور سردار مجاہد بن مرارہؓ کو کھوڑی سی

فوج دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ لیکن بہادران اسلام نے اُسے اور اس کے تمام

ساہتیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس کے بعد سیلہ نے خود مقابلے کا انتظام کیا۔ مال و اسباب کا لشکر پیچھے رکھا اور اس کے بیٹے شرجیل بن سیلہ نے بنی حنیفہ کے سامنے ایسی جوش و لانے والی تقریر کی کہ وہ جوش و خروش سے میدان جنگ میں کود پڑے۔

لڑائی نہایت زورداروں سے ہو رہی تھی۔ حق و باطل پوری قوت سے لڑ رہے تھے اور کوئی ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ بنی حنیفہ کی طرف سے سب سے پہلا حملہ ہزار الرجال نے کیا اور کمال پامردی سے مسلمانوں کی صفوں میں گھس پڑا۔ مگر حضرت عمرؓ کے بھائی زید بن خطاب نے مقابل ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔

ہمال الرجال کے مارے جانے کے بعد سیلہ کذاب کے لوگ بھڑک اٹھے اور سرکھڑے لگے۔ دونوں فوجیں مل گئیں، کشتوں کے پشے لگنے لگے۔ اتنے میں بنی حنیفہ نے اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ سرداروں نے ہزار سنبھالا، مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، مساجرین کے علم بردار عبداللہ بن حفص شہید ہو گئے تو بنو خزیمہ کے غلام سالم نے بڑھ کر حفصہؓ کا انتقام لیا۔ مگر باوجود جان نثاران اسلام کی ان جان بازیوں کے مسلمان برابر پیچھے ہٹتے اور بھاگتے چلے آتے تھے۔ اس وقت بنی حنیفہ نے موقع پا کر خالد بن ولیدؓ کے خیمہ پر حملہ کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے سردار مجاہد کو چھڑالیں، دشمنوں کی یہ یلغار دیکھ کر خود حضرت خالدؓ کو خیمہ چھوڑ کر ہٹا پڑا۔ اور وہ لوگ مجاہد کے پاس پہنچ گئے۔

اتنے میں مسلمانوں نے از سر نو مرتب ہو کر پھر حملے شروع کر دیے۔ جناب خالدؓ نے تو اس زور شور سے حملہ کیا، بنی حنیفہ مجاہد کو اسی طرح پابہ بخیر چھوڑ کر بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹے۔

جلد ہی بنی حنیفہ نے بھی اپنے قدم جمالیے تھے۔ اب پھر قیامت خیز لڑائی ہونے لگی، کسی وقت تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان شکست کھا کر اب بھاگے اب بھاگے

اور کبھی ایسا نظر آتا تھا کہ بنی حنیفہ میں دم نہیں رہا اور پیٹھ دکھانے کو ہی ہیں۔

اسی مضطربانہ حالت میں لشکرِ مہاجرین کے دونوں سردار ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خطابؓ شہید ہو گئے اور جناب ابو حنیفہؓ کے غلام سالم نے بھی درجہ شہادت پایا۔ دونوں طرف کے لوگ بکثرت مارے گئے۔ کوئی بھی نہ کہہ سکتا تھا کہ کون زیادہ خسارہ میں ہے۔

لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے دل میں کہا کہ ”جب تک سیدہ زندہ ہے یہ لوگ شکست نہیں کھائیں گے“ یہ سوچتے ہی سیفِ اللہؓ نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ سرکبف ہو کر حملہ کیا۔ اور یا محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعشے لگاتے ہوئے یہ جان نثارانِ اسلام دشمنوں میں گھس پڑے، جو سامنے آیا اُسے مار گرایا اور اسی شجاعت سے سیدہ کذاب کے قریب پہنچ گئے تو اس کا نام لے کر پکارا اس نے جواب دیا کہ کیا کہتے ہو، میں موجود ہوں۔ خالدؓ اور قریب پہنچے، تو اپنی طرف سے چند ایسی شرائطِ صلح پیش کیں جو دشمنوں کے موافق تھیں۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شرط کو پیش کرتے اور وہ ایک جانب منہ پھیر کر ہاں یا نہ کا جواب دیتا۔ ایک شرط پر جیسے ہی اُس نے منہ پھیرا تو خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر چھپٹ پڑے کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اس سبب کے بھاگتے ہی ساتھ والوں کو بھی شکست ہو گئی، تو خالدؓ نے پکار کر کہا: ”اچھی صلح کی شرطیں تو طے ہو جانے دو“ مگر بدحواسی میں کون سنتا تھا؟ بنی حنیفہ کے ایک سردار محکم نے غل مچا کر اپنے مفرد لوگوں سے کہا: ”باغ میں باغ میں“ چنانچہ وہ سب لوگ باغ میں گھس گئے، جو بالکل قریب تھا۔ انہوں نے اندر داخل ہوتے ہی اس باغ کا پھاٹک بند کر لیا۔

ادھر اسدؓ نے چلا کر مسلمانوں سے کتنا شروع کیا کہ مجھے کسی طرح اچھال کر باغ کے اندر ڈال دو۔ لوگوں نے کہا یہ تو ہم سے نہ ہو گا۔ انہوں نے کہا

نہیں تم سے ضرور ہوگا۔

یہ کہتے ہی جناب اسدؓ نے ایک چھلانگ لگائی اور وہ دیوار پر تھے۔ اس سے قبل کہ باغ واسے ان کی طرف رخ کریں وہ اسدؓ اندر کود پڑے۔ بنی حنیفہ نے اسدؓ کو اکیلا پا کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر وہ سب لڑتے بھڑتے پھاٹک کے پاس پہنچے اور اسے کھول دیا۔

پھاٹک کھلتے ہی سارے مسلمان اندر داخل ہو گئے اور بنی حنیفہ پر مسلمانوں کی تلواریں قہر الہی کی بجلیاں گرانے لگیں۔

مسئلہ کا قتل | اب زور شور سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اتنے میں یکایک ایک شخص نے مسئلہ کذاب پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ گر پڑا۔ ساتھ ہی ایک انصاری بزرگ نے جو قریب ہی تھے جوش کے ساتھ اس پر ایک ایسی بھرپور تلوار ماری کہ مسئلہ کذاب کا خاتمہ ہو گیا۔ مسئلہ کے مرتے ہی بنی حنیفہ اپنے جھوٹے پیغمبر کو خاک و خون میں غلطان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

مسئلہ کا قاتل | اب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جستجو ہوئی کہ مسئلہ کا اصل قاتل کون ہے۔ تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کار نمایاں حمیر بن مطعم کے اسی حبشی غلام وحشی سے ظاہر ہوا ہے جس نے غزوہ احد میں سید الشہداء عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر حمزہؓ کو دغا بازی سے شہید کیا تھا۔ اسی نے اس موقع پر مسئلہ کذاب کی جان لی اور محض جحشۃ اللہ وہ اس امید پر کہ شاید یہ کام اس کے گزشتہ جرم کا کفارہ ہو سکے۔

الحاصل | لڑائی اب ختم ہو چکی تھی۔ بنی حنیفہ چاروں طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر قتل کر رہے تھے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پابز بخیر مجاعہ کو اپنے ساتھ لیا اور میدان جنگ میں گشت لگانے

لگے۔ جہاں چاروں طرف لاشیں بھی ہوئی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے مجاہدہ سے پوچھا تمہارا سردار کہاں ہے، تو اس نے لاشوں کے ڈھیر میں سے ڈھونڈ نکالا اور حضرت خالدؓ کو دکھایا۔ بدشکل اور کریمہ منظر ایک پست قد کا انسان یہ تھا مسیحا کذاب "جو مسلم فوج اور دین اسلام کے لیے زبردست خطرے کا باعث بنا رہا۔

اس محشر خیز لڑائی میں اگرچہ خدا نے مسلمانوں کو کامیاب کیا۔ لیکن نقصان بھی بہت ہوا۔

مدینہ شریف کے مہاجرین و انصار میں ۳۰۰ بزرگانِ اُمت داخل برحق ہوئے۔ ان کے رہنے والوں میں سے ۳۰۰ صحابیوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ بنی حنیفہ کے سات ہزار آدمی، عقرباہ کے میدان میں سات ہزار، باغ کے باغیہ اور اتنے ہی بھاگتے میں کل اکیس ہزار آدمی مارے گئے۔

بیرونی خطرات | اندرونی بغاوتوں کو کچلنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ بیرونی خطرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ فارس اور روم کی سلطنتیں شرق اور مغرب کی طرف واقع تھیں اور ان کی سرحدوں پر ایسے قبائل آباد تھے جو ان کے زیر سایہ طاقت پکڑ رہے تھے۔ ان طاقتور مہسایوں کے لیے مسلمانوں کا عروج پریشانی کا سبب ہوا۔ انہوں نے کبھی کبھی ان قبائل کو شرارت پر اکسانا شروع کر دیا اور جب بھی سرحدی قبائل اسلامی حکومت کے خلاف سر اٹھاتے تو ان کی اعلانیہ اور خفیہ مدد کی جاتی۔ شمال کی طرف ملک شام اور شرق میں عراق، یہ دونوں اصل میں ملک عراق کے حصے تھے۔ لیکن اب شام پر رومیوں کی حکومت تھی اور عراق پر ایرانیوں کا قبضہ تھا۔

ایرانی ہمیشہ ہی مسلمانوں کی مخالفت کرتے رہے۔ جب بحرین کے باشندوں نے بغاوت کی تو انہوں نے اعلانیہ ان کی مدد کی، نبی بکرؓ کیادر سردار مثنیٰ بن عدل ان کی بغاوت کو فرو کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انہیں جواب

جاری رکھنے کا حکم دیا۔ ان کے پاس صرف آٹھ ہزار فوج تھی اور دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کافرانہ نصرانی قبائل آپس میں مل گئے تھے۔ حیب خلیفہؓ المسلمین نے یہ بتا تو آپؐ نے اللہ کی تلوار کو بے نیام کرنے کا عزم کر لیا، لہذا آپؐ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو مشرک کی مدد اور عراق کی فتح کے لیے روانہ فرمایا۔

عراق کی طرف پیش قدمی | حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ یعنی شمشیر الہی کا

خطاب عنایت فرمایا تھا۔ یہ اسی خطاب کی برکت تھی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف جاتے تھے۔ فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم سے خالد بن ولید میامہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلے عراق کے سرحدی شہروں فالقیہ باروسما اور لیس میں قزوقش ہوئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے فوراً حاضر ہو کر سراطاعت ختم کر کے صلح کی درخواست کی، جناب خالد بن ولید نے ان اطاعت اپنی مہم کا وسیعہ خیر تصور کر کے وہاں کے حاکم ابن سلویہ سے صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ لشکر اسلام کو لے کر آگے بڑھے اور خاص شہر حیرہ میں قیام کیا۔ وہاں کا سردار دیاس بن قبیضہ خسروان عجم کے والی کی حیثیت سے جو حکومت کر رہا تھا۔ وہ حیرہ کے عمائدین شہر اور معزز سربراہان و لوگوں کے ساتھ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جناب خالدؓ نے یہ شرائط پیش کیں کہ "یا تو ایمان لاؤ۔ اور دین اسلام قبول کر لو۔ یا جزیہ دو۔ ان شرائط میں سے اگر کوئی ایک منظور نہیں تو مقابلہ کرو۔ تلوار خود بخود فیصلہ کرے گی۔ اور انجام میں سچیا راٹھانے والے واجب القتل قرار پائیں گے۔" دیاس نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اس صلح کے بعد حیرہ اور اس کا علاقہ اسلام کی حمایت اور حفاظت میں لے لیا گیا۔ اہل حیرہ کے مطیع ہوتے ہی اطراف و جوانب کے تمام گاؤں اور قصبہات کے لوگوں نے سراطاعت ختم کر کے جزیہ دینے قبول کر لیے۔ اور آل نعمان کی ساری قلمرو

صدیوں کے بعد دولت ساسانی کی غلامی سے آزاد ہو کر ملک عرب میں شامل ہو گئی۔
 فارس کی اس تبلیغی مہم کا خاکہ خود حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتا کر خالدؓ کو حکم دیا تھا
 کہ تم شہر ایلہ کی طرف سے (جو حیرہ سے قریب تھا) حملہ شروع کرنا اور عیاض بن غنم کو یہ
 لکھا تھا کہ تمہارا حملہ شہر مضع کی طرف سے شروع ہو۔ جو سرحد عراق کے زیادہ شمالی حصے
 میں ہے۔ اُدھر سے قلمرو عراق میں داخل ہو کر برابر بڑھتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ خالدؓ
 سے جا ملو۔ ثنی بن حارثہ کو فارس پر حملہ کرنے کی پہلے ہی اجازت مل گئی تھی اور وہ لڑائی چھیڑ
 چکے تھے کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہنچ گئے۔

چنانچہ دونوں سپہ سالار عساکر اسلامی نے احکام خلافت کی پابندی کی اور جناب
 خالدؓ نے اپنی زبردست مہم کے لیے بارگاہ خلافت سے مدد مانگی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ
 نے قعقاع بن عمرو تمیمی کو تنہا حضرت خالدؓ کی کمک پر روانہ کیا جب یہ جا چکے تو بعض
 لوگوں نے جناب خلافت مآبؓ سے حیرت کے ہیچ میں عرض کیا۔ خالدؓ نے تو مدد مانگی
 اور آپؓ نے اکیلے متنفس کو روانہ کیا۔ تو فرمایا اس پر تعجب نہ کرو، قعقاع وہ شخص ہے
 کہ جس لشکر میں ان کا سالک جانا ہوا سے شکست نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عیاضؓ کی مدد
 پر آپؓ نے عبداللہ بن عوث حمیری کو بھیجا۔ پھر سرحدی عرب سرداران ثنی، حرثہ، موادر اور
 سلمیٰ کو حکم بھیجا کہ تم سب مقام ایلہ میں خالدؓ کے لشکر سے جا ملو۔

الغرض حضرت خالدؓ ولید کے ہمراہ دس ہزار جنگجو بہادران عرب پہلے ہی تھے۔
 اب ثنی وغیرہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سپاہی اور پہنچ گئے۔ اہل کل اٹھارہ ہزار فوج پر حیم اسلام
 کے نیچے جمع ہو گئی۔

چنانچہ حضرت خالدؓ ولید نے اپنے لشکر کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا اور ان تینوں
 کو جدا جدا راستوں سے بڑھایا۔ سب سے پہلے جو حصہ روانہ کیا، اس کے سردار ثنی بن
 حارثہ تھے۔ اس کے بعد وائے حصے کے سردار عدی بن حاتم اور تیسرے حصے فوج کو ساتھ

کے کرخو جناب خالدؓ روانہ ہوئے اور باہم یہ قرار پایا کہ تینوں لشکر مختلف راستوں کی طرف سے مقام حفر میں مل جائیں۔

حفر پیاروں کی ایک گھاٹی تھی، جو فارس کی طرف جانے والی گھاٹیوں سے زیادہ بڑی اور سب سے سخت اور دشوار گزار تھی۔ یہاں کا حاکم ایک معزز و نامور فارسی سردار ہرمز تھا۔ جو خشکی میں عربوں سے اور براہِ دریا اہل ہند سے برسرِ پیکار رہا کرتا تھا۔ اُسے جب سیف اللہ حضرت خالدؓ کے بڑھنے کی خبر ہوئی تو اس نے دارائے عجم خسروؓ اور شیر کو اطلاع دی کہ مقابلہ کے لیے سارا ملک تیار ہو جائے۔ کیونکہ عربی لشکر سرحد میں داخل ہو گیا ہے۔ اور یہ لوگ ہمارے تاج و تخت کے خواستگار ہیں۔ ساتھ ہی اسے جتنی فوج فراہم سکی وہ اپنے پرچم تلے جمع کر کے آگے بڑھا۔ اور درہ حفر میں پہلے ہی پہنچ گیا۔ تاکہ مسلمانوں کو یہاں سے گزرنے نہ دیا جائے۔ اس کے لشکر مقدمۃ الجیش کے سردار قباد اور انوش جان تھے۔ اور وہ بانی دولت ساسانیہ کی نسل سے تھے۔ بہادرانِ عجم نے مجتمع ہو کر باہم معاہدہ اور عہد کیا کہ حمایتِ وطن میں جان دیے دیں گے۔ مگر دشمنوں کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیں گے۔ چنانچہ اس عہد و پیمان نے عملی صورت یہ پیدا کی کہ دلاورانِ ایران نے باہم ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تاکہ کوئی بھاگے تو بھاگ سکے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو آپؓ نے ارادہ کیا کہ عجبی لشکر جس گھاٹی میں جمع ہے۔ اُسے چھوڑ کر، سردارانِ ایران کو غافل رکھ کر کسی اور گھاٹی سے پار ہو جائیں اور وہ اسی خیال سے اپنے لشکر کو ایک اور گھاٹی کی طرف لے چلے۔ مگر ہرمز کو بھی گھڑی گھڑی کی خبر مل رہی تھی۔ اور ہرمز کے زبردست لشکر نے حضرت خالدؓ سے پہلے ہی اس گھاٹی پر پہنچ کر لشکرِ اسلام کا راستہ روک لیا۔ جناب خالدؓ نے اس گھاٹی کو بھی بند پا کر ایک ایسے مقام پر جا کر قیام کیا جہاں پانی میسر نہ تھا۔ مگر بہادرانِ ایران نے اسی حالت میں ایرانیوں سے لڑنا شروع کر دیا۔

خدا کی قدرت دیکھئے کہ یکایک آسمان پر ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے ان کی خیمہ گاہ میں برسے لگا اور ان کے آگے جدھر ایرانی تھے وہ میدان خشک پڑا رہا۔ اور خدا کی اس مہربانی سے مسلمانوں نے حسب ضرورت بارش کا پانی جمع کر لیا۔ اس تائید ایزدی سے ان کے حوصلے بڑھ گئے۔

اتنے میں ہرمز میدان جنگ میں آیا اور اپنے لشکر کی صفوں سے نکل **جنگ سلاسل** کر گھوڑے پر اڑھرا دھڑنک و احتشام سے چکر لگانے لگا اور خود خالد بن ولید کو اپنے مقابلے کے لیے بلایا مگر ہرمز نے اپنی فوج سے کہہ دیا تھا کہ تم موقع دیکھ کر فوراً اپنی اور غلامی وغیرہ کا کچھ خیال نہ کرنا، ہمیں جس طرح ممکن ہو فتح حاصل کرنی چاہیے حضرت خالد بن ولید نے جو دیکھا کہ دشمنوں کا یہ سالار مجھے بلا رہا ہے۔ تو پیدل دوڑتے ہوئے اس کی طرف چلے۔ جناب خالد کو پا پیادہ دیکھ کر ہرمز بھی گھوڑے سے اتر پڑا اور دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔

خالد بن ولید کو حریف پر غالب دیکھ کر عجمی سپاہ کے لوگ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بڑھے۔ مگر وہ ابھی پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ سیف اللہ نے ہرمز کا کام تمام کر دیا اور وہ زمین پر پڑا ترپنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی بہادر اسلام قنقاع نے تکیہ کے نعرے بلند کر کے لشکر عجم پر حملہ کر دیا۔ اور ان لوگوں کو مار مار کر ہٹا دیا جو حضرت خالد کی طرف آ رہے تھے۔ ایرانی جان بچانے کے لیے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ کئی سپاہیوں نے خود کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ تاکہ وہ میدان جنگ سے بھاگ نہ جائیں۔ لیکن انہیں پھر بھی بھاگنا پڑا۔ اور وہ مایہ گئے اور بہت سے ایرانی لشکر بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ ان کے سپاہی قیاد اور انوش جان بھی اپنی اپنی جانیں بچا کر فرار ہو گئے۔ ہرمز کا تاج خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں بھیجا گیا۔ تو صدیق اکبرؓ خالدؓ کی بہادری کے کارنامے سے بے حد خوش ہوئے اور وہ تاج انیس و حضرت خالدؓ کو بخش دیا گیا۔

حصن المرأۃ | اس کے بعد حضرت خالد بن ولید فاتح لشکر کوئے کر آگے بڑھے۔
خود تو بصری کے پل وائے میدان میں فروکش ہوئے اور قسطنطینی کو

قاریوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جہنوں نے ایرانیوں کے پیچھے پیچھے جا کر ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کی قلعہ دار ایک خاتون تھی۔ یہ نیک خاتون مسلمانوں کے پیچھے ہی آیا۔
سائی اور مسلمانوں نے اس قلعہ کا نام حصن المرأۃ یعنی عورت کا قلعہ رکھ دیا۔

کاشتکاروں اور عام رعایا سے خالد بن ولید نے بالکل تعرض نہیں کیا۔ نہ ان کو لوٹا اور نہ مارا۔ نہ ان کے کھیتوں کو پامال کیا اور نہ ان کے کام میں خلل انداز ہوئے۔ جس کی وجہ سے ملک میں بخوبی امن و امان رہا۔

جنگ جوئے ثنا | ہرمز تو دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ مگر اس کی تحریر خسرو عجم آرد کے پاس پہنچی تو اس نے اپنے ایک نامی سردار قارن کو ایک نبوت لشکر کے ساتھ ہرمز کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ قارن ابھی مقام مدرت تک پہنچا تھا کہ اسے میدان جنگ سے بھاگے ہوئے عجی فوجی ملے۔ انہوں نے ہرمز کے مارے جانے کی پتہ دروشتا سنائی۔ قارن نے ان ہر میت خوردہ سپاہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور آگے بڑھا۔ تو قباد اور انوش جان بھی اپنی اپنی جمیعتوں کے ہمراہ اس سے آئے اور اس زبردشت لشکر نے جوئے ثنا کے کنارے اپنا پڑاؤ ڈالا۔

ادھر جناب مثنیٰ دشمن کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ راستے میں انہوں نے دو اور قلعے فتح کر لیے۔ لیکن ان کی پیش قدمی میں ایک بیت بڑی نہر حائل ہو گئی، جو کہ دریائے دجلہ کی ایک شاخ تھی۔ اور وہ کافی خطرہ میں گھر گئے۔ ان کی مہولی سی فوج شاہ ایران کے اس لشکر کا جو ہرمز کی مدد کو جا رہا تھا، مقابلہ نہ کر سکی۔ ان سپاہیوں نے سخت مقابلہ کیا مگر دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور فتح غیر یقینی تھی۔ جناب مثنیٰ سخت پریشان تھے۔ حضرت خالد بن ولید اپنے جھنڈے لہراتے ہوئے میدان جنگ میں داخل ہوئے۔

وہ عین موقع پر آئے تھے۔ اور ان کے حملوں نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور وہ بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ بے شمار آدمی قتل ہوئے۔ بہت سے غرق دریا ہوئے۔ چند ایک کشتیوں کے ذریعے جان بچا سکے۔ اسی جنگ میں قارن جناب مقعل بن حنفیہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور جناب عامر کے ہاتھ سے انوش جان تدر اجل ہوا اور بہادر اسلام عدی بن حاتم کی تلوار سے قیاد کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

جب اس شکست کا حال اور شیر والی عجم نے سنا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ نہایت حیران ہوا۔ اور آخر اندر زمر نامی عراقی سپہ سالار کو مسلمانوں کی رگ تھکا پر مامور کیا اور اسے آگے بڑھاتے ہی اس کے پیچھے دوسرے عجمی سردار بہن حاذویہ کو ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ اس کی مدد کرے۔ اندر زمر نے کوشش کر کے علاقہ میں بڑا عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ سرحدی علاقوں کے عرب جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ وہ بھی اس کے علم ساسانی کے نیچے جمع ہوئے اور اس علاقہ کے قریب قریب تمام زمیندار دہقان اس لشکر عجم میں شامل ہو گئے اور آخر کار سب بڑے جوش و خروش سے مقام دلجہ میں آکر پڑاؤ ڈال دیا۔

جنگ دلجہ | حضرت خالد بن ولید ہر شنی کے کنارے پر تھے۔ اس لشکر عجم کے آنے کا حال سنا تو فوراً کوچ کر کے دلجہ میں پہنچ گئے۔ اور دشمن کے مقابل

صف آرا ہوئے۔ یہاں حضرت خالدؓ نے کاروائی کی کہ دونوں جانب بہت سی فوج کمین گا ہوں میں چھپا کر بیٹھا دی۔ یہ انتظام مکمل کر کے حضرت خالدؓ نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف کے سپہ گروں کی لڑتے لڑتے یہ حالت ہو گئی کہ سلاح جنگ چلاتے چلاتے ہاتھ شل ہو گئے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اب ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خالدؓ نے کمین گاہ والوں کو بہت دیر میں نکلنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد ایک بیک جو دونوں پہلوؤں پر کمین گا ہوں

سے بہادرانِ اسلام انجیروں کے تعری لگاتے ہوئے نکلے تو عجیبوں کے ہوش و حواس اڑ گئے اور ان تازہ دم شہسواروں نے جیسے ہی حملہ کیا، فارسیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ منتشر اور بدحواس ہو کر بھاگ نکلے، اندر زغر اس شکست کے وقت اگرچہ کسی تدبیر سے نکل بھاگا مگر بھاگنے سے فائدہ نہ ہوا۔ وہ اس لیے کہ اپنے صحرائے لقی و دق اور وشت ناپید کنار میں جا پڑا کہ بھوکا پیاسا پیوند زمین ہو گیا۔ بحیر کے بیٹے نیز عبد اللہ اسود کے بیٹے کو حضرت خالد بن ولید نے گرفتار کر لیا۔

جنگِ اَلسِ اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید آپ کے سپاہیوں کو مشکل آرام کا سانس لینا نصیب ہوا تھا کہ ایک اور لشکر نمودار ہوا۔ تو محوڑی سی فوج نیچے چھوڑ کر آپ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ بدو اور عیسائی تھے جنہوں نے گزشتہ جنگ میں ذلت آمیز شکست کھائی تھی۔ وہ اس بے عزتی کا انتقام لینے آئے تھے۔ انہوں نے شاہِ ایران سے بھی مدد مانگی اور اس نے بھی اپنے وفادار قبائل کی اعانت کے لیے لشکر روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ بدو شقیانہ جلد بات کے سخت لڑ رہے تھے۔ لیکن حضرت خالدؓ کے خلاف لڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اب کے اس جان فروش مجاہد نے لڑنے کا نیا ڈھنگ نکالا۔ آپ ویوانہ وار لڑ رہے تھے اور ہر محاذ پر موجود ہوتے۔ اور بجلی کی تیزی سے اپنے تمام لشکر میں گھوم رہے تھے۔ ہر ایک دستے کے سپاہی یہی سمجھتے کہ ان کے سردارانہیں کے دوش بدوش لڑ رہے ہیں اور اچانک اللہ کی تلوار چمکی اور بدوؤں کے سردار کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس سے ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انہوں نے بھاگنے کی کھائی۔ لیکن ایرانیوں نے اپنی شجاعت سے انہیں اُبھارا اور جنگ زور پکڑ گئی۔ دونوں طرف کا پلہ بھاری نظر آ رہا تھا تاہم ایرانی بھی مسلمانوں کے جان توڑ حملوں کی تاب نہ لا سکے اور واپسی کا بگل بجا دیا اور میدانِ جنگ میں لاشوں کے ڈھیر چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ یہ رنگ دیکھتے ہی حضرت خالدؓ نے اپنے بہادروں کو پکار پکار کر ہتاف شروع کیا۔

”قید کرو قید کرو اور اگر قید نہ ہو سکیں تو قتل کرو“ یہ حکم سنتے ہی بہادرانِ اسلام نے مغرور دشمنوں کو اسیر کرنا شروع کر دیا اور ہزاروں دشمن قید ہو کر تہ تیغ ہو گئے۔ اس طرائف میں ستر ہزار عرب و عجم مارے گئے۔

ان فتوحاتِ عراق و عجم میں ”سیف اللہ“ خالد بن ولید کے کارنامے شکرِ خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیقؓ بے انتہا خوش ہوئے۔ اور بے اختیار ان کی زبان مبارک سے نکلا کہ ”غور میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ثانی پیدا کرنے سے عاجز ہیں“

اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ اہل حیرہ نے عہد شکنی کر کے پھر بغاوت و سرکشی اختیار کر لی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید اپنے بہادر لشکر کے ساتھ مغیشیا سے کوچ کر کے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بار برداری کے سامان کوشٹیوں پر لا کر دریا کے راستے سے سفر اختیار کیا۔ سردارِ آزاد یہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے حیرہ میں موجود تھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی روانگی کا حال سنتے ہی اس نے اپنے بیٹے کو روانہ کیا۔ اس نے دریا کو کاٹ کر اس کا پانی دوسری طرف بہا دیا۔ جس کی وجہ سے دریا پایاب ہو گیا اور مسلمانوں کی کشتیاں دلدل میں پھنس گئیں۔ حضرت خالدؓ نے جب یہ شکل دیکھی تو فوراً اپنے بہادروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر مقامِ فزات باوقلی میں جا پہنچے۔ جہاں آزاد یہ کا بیٹا اپنے لشکر کے ساتھ بڑا ڈوڈا بے پڑا تھا۔ بہادرانِ اسلام ناگہاں اس کے سر پر جا پہنچے۔ اُسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو گھیر کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے نہایت پھرتی سے نہر کے منبع پر پہنچ کر پانی بند کر دیا۔ اور ان کی کشتیاں پھر سے تیرنے لگیں اور وہ الجیرہ پہنچ گئے۔ جہاں انہوں نے شہر کے گرد و محلات پر قبضہ کر لیا۔

گورنر شہر کی حفاظت باشندوں کے سپرد کر کے بھاگ گیا۔ مجاہدینِ اسلام نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لوگ بہت جلد محاصرے سے تنگ آ گئے۔ اور عیسائی راسخوں اور

پادریوں کے مشورہ سے صلح کے خواہاں ہوئے۔ انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور اپنے مذہب پر قائم رہے۔

الانباء حضرت خالدؓ نے حیرہ کو اپنا صدر مقام بنا کر وہاں ایک سال قیام کیا اپنے فوج کی خوشی میں نماز شکرانہ ادا فرمائی۔ اور اب مسلم کیمپ سے موذن کی آواز نہایت بالا آدگی سے دن میں پانچ بار سنائی دینے لگی اسی زمانہ میں جریر بن عبداللہ بجلی بھی اپنی جمیعت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے خالدؓ کو ولید کے پاس پہنچ گئے۔ اور حضرت خالدؓ فوج کو مرتب کر کے شہر انبار کی طرف بڑھے۔

عساکر اسلام کے مقدمہ الجیش کے سردار اقرع بن حابس تھے۔ یہ ایسے بہادر اور چلبلی طبیعت کے شخص تھے کہ لڑائی کے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر دشمنوں سے لڑائی چھیڑ دی۔

یہ شہر انبار دیارے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ اصل میں یہ ایک بہت مضبوط قلعہ تھا جس کے چاروں طرف خندق تھی۔ ایرانی سپاہی فولادی زرہ بکتر پہنے قلعہ کی فصیلوں پر متعین تھے۔

دونوں طرف کی فوجیں مقابل ہوئیں اور لڑائی شروع ہو گئی۔ جناب اقرع نے ایک ہزار تیر اندازوں کو آگے بڑھایا اور حکم دیا کہ دشمنوں کی آنکھوں کا نشانہ باندھ کر ایک ساتھ تیر اندازی کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے کمالوں میں تیر چڑھا کر نشانے باندھ کر ایک ہزار تیر اس انداز سے پھینکے کہ کسی تیر نے بھی نشانہ خطانہ کیا اور ایک چٹکی بجاتے میں دشمنوں کے سپاہیوں کی ایک ہزار آنکھیں چھد گئیں۔ اور ان میں کھلبلی مچ گئی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے ان کا نام ”ذات العیون“ یعنی آنکھوں والا دن رکھ دیا۔

ایرانیوں کے سردار شیراز و خونساباط کا حاکم و والی تھا۔ اس نے دم بھریں اپنے ہمراہیوں کی ایک ہزار آنکھیں جو ضائع ہوتی دیکھیں تو فوراً لڑائی سے رک کر صلح کا پیغام

بھیجا مگر اس کی پیش کردہ شرائط کو حضرت خالدؓ نے منظور نہیں کیا۔ اسی وجہ سے لڑائی پھر زور و شور سے شروع ہو گئی۔ ایرانیوں کو ان کے خندق محفوظ کیے ہوئے تھے۔ ان خندقوں کے باعث مسلمانوں کو ایرانیوں کے لشکر تک پہنچنا دشوار تھا۔ یہ دیکھ کر خالدؓ بن ولیدؓ نے اپنے تمام کمرور اور ناکارہ اور نطفہ نفع کروادے اور ان کی لاشوں سے خندق کا ایک حصہ پاٹ کر پل سا بنالیا اور اس پر سے ہموار دشمن کی صفوں کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے بڑھ کر سخت مزاحمت کی اور خندق کے کنارے پر گھسان کی جنگ ہوئی۔ قریب تھا کہ مسلمان دشمنوں کو پیچھے دھکیل کر ان میں گھس پڑیں۔ مگر شیرزادے نے پھر پیام صلح دیا۔ حضرت خالدؓ نے قبول کر لیا۔ اس صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دشمنوں کو بغیر کسی مال و اسباب کے ایسی جگہ، پہنچایا جائے، جہاں سے وہ اپنی حدود میں جاسکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے یہی کیا۔ شیرزاد کو معاس کی سپاہ کے سرحد عجم میں پہنچا دیا اور شہر انبار معہ تمام ساز و سامان کے صحابہ رسالت مآبؐ کے قبضے میں آگیا۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بن ولیدؓ نے انبار کے گرد و پیش کے گاؤں پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد اسلام کے مایہ ناز جرنیل حضرت خالدؓ نے زبرقان کو انبار

عین التمر کا حاکم مقرر کیا اور خود آگے بڑھ کر عین التمر کی طرف چلے یہ ایک خوبصورت شہر تھا۔ اس پر ایرانیوں کی حکومت تھی۔ جن کو عین التمر کی مدد حاصل تھی۔ بنی تغلب جھوٹی مدعیہ نبوت شجاع کے حامی تھے۔ اور یہاں بہرام چوہن کا بیٹا مہران تھا اور اس کے زیر علم ایک زبردست لشکر موجود تھا۔ اس کے ہمراہی، تمر، تغلب اور ریاد عتقہ بن عتقہ غیر مسلم قبائل عرب میں سے تھے۔ عین التمر میں جب خالدؓ بن ولیدؓ کی آمد کی خبر پہنچی تو عتقہ نے مہران سے مل کر کہا ”عربوں سے لڑنا عرب ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ہمیں اور خالدؓ کو چھوڑ دیں۔ ہم آپس میں خود ہی ٹپٹ لیں گے۔ چنانچہ عتقہ غیر مسلم عرب قبائل کے ہمراہ حضرت خالدؓ کے مقابلہ میں آگیا۔ وہ ابھی لشکر کے سامنے گھوڑا دوڑا دوڑا کر صفیں ہی برابر کر رہا تھا کہ خالدؓ

بجلی کی طرح ناگہان اس کے سر پر باپنے اور کمند میں پھانسی کراڑے لشکر سے گھسٹ لائے۔
اس کا یہ انجام دیکھ کر اس کی فوج رڑے بغیر ہی میدان چھوڑ کر بھاگی۔ مسلمانوں نے ان کے
بہت سے آدمی گرفتار کر لیے۔

جب ایرانی گورنر نے اپنے عربی ساتھیوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی شہر چھوڑ
کر بھاگ نکلا۔ شکست خوردہ عرب بھی قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے اور پھاٹک بند کر لیا۔
اور سہتیار ڈانٹنے سے انکار کر دیا۔

مگر بہادران اسلام بھی ان کے تعاقب میں تھے۔ فوراً بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت
خالدؓ کی تلقین کے باوجود وہ اپنی ضد پراڑ سے رہے۔ اس مخالفت سے حضرت خالدؓ نے
حد غصیب ناک ہوئے۔ آخر کار محصورین نے امان مانگی۔ اس پر جناب خالدؓ نے کہا: تمہارے
لیے امان نہیں ہے! وہ مجبوراً بغیر کسی شرط کے تمام غیر مسلم عرب قلعہ سے باہر نکل آئے
اور سہتیار پھینک کر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے باندھ لیا۔

اس کے بعد عقدہ اور اس کے سپاہی قتل کر دیے گئے۔ پھر قلعہ عین الممر پر
حملہ ہوا اور اسے قبضہ میں لے لیا گیا۔

نزدیک ہی ایک گرجہ میں چالیس لڑکے مقیم تھے۔ انہوں نے گرجے کے دروازے
بند کر لیے۔ وہ عیسائی طالب تھے۔ جو وہاں مذہبی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حضرت خالدؓ
نے نہ صرف ان کو امان دی۔ بلکہ ان سے بیحد شفقت سے پیش آئے۔

اس فتح کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید رضی اللہ تعالیٰ اپنی فوج ظفر مروج کو لے
کر آگے بڑھنے کو ہی تھے۔ کہ اتنے میں ان کو عیاض بن غنم کی ایک چھٹی ملی جس میں انہوں نے
شہر دومتہ الجندل سے لکھا تھا کہ میرے مقابل دشمنوں کی قوت بہت زیادہ ہے تو فوراً
میری مدد کیجئے۔

یہ خط پڑھتے ہی حضرت خالدؓ بن ولید نے جناب قعقاع کو حیرہ میں اپنا قایم مقام

بنایا اور اپنا خاص لشکر لیکر روانہ ہوئے۔

فتح دومۃ الجندل | جناب عیاض کے مقابلے میں اکثر سرکش و بے دین قبائل عرب تھے جن میں زیادہ تر بنی تیر، بنی کلب، بنی غسان، بنی نوح اور بنی صغیم کے مختلف خاندانوں کے گروہ تھے۔ اس لیے عیاض بہت بُری طرح دشمن کے زعمے میں تھے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اکید بن ملک اور جودی بن ربیعہ میں یہاں پر اختلاف تھا۔ اکید کہتا تھا کہ لڑنا بے کار ہے صلح کر لینی چاہیے مگر جودی اور اکثر اہل شہر اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ ہم بے لڑے نہ رہیں گے۔ اکید نے یہ حال دیکھا تو ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر دومۃ الجندل سے نکل کر وہ کسی طرف جانا چاہتا تھا کہ بہادرانِ اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ چونکہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ اطاعت گزار بنا۔ اس لیے اس سرکشی کی سزا میں وہ قتل کر دیا گیا۔

حضرت خالد بن ولید بھی اپنی فوج ظفر مروج کے ساتھ شہر دومۃ الجندل کے باہر کی طرف بڑھے۔ ایک رُخ پر عیاض تھے اور سیف اللہ ان کے بالمقابل دوسرے رُخ پر اتر پڑے۔

جودی ایک لشکر کے ساتھ ان کے مقابلہ کو نکلا اور اسی وقت اس کے دوسرے لشکر نے شہر سے نکل کر عیاض پر حملہ کر دیا۔ مگر دونوں جانب سے شہر والوں کو شکست ہوئی اور حضرت خالد بن ولید کے بہادری نے جودی کو گرفتار کر لیا۔ اس کی فوج کے سپاہی بھاگ کر قلعہ کے اندر گھسنے لگے تھے کہ اندر والوں نے مسلمانوں کے در سے پھانک بند کر لیے۔ اتنے میں بہادرانِ اسلام نے پہنچ کر ان مغورین کو رسیوں میں جکڑ لیا۔ اس کے بعد قلعے پر دھاوا بول کر فتح کر لیا گیا۔ قلعہ کے اندر چھنے لڑنے والے تھے قتل ہو گئے۔

اسی عرصہ میں جبکہ خالد دومۃ الجندل میں تھے۔ اہل حیرہ کے عربوں نے اپنے سردار

عقہ کے قتل پر برہم کو دارسلطنت فارس میں بلکھا کہ مسلمانوں کو روکنے اور پوری قوت سے ان کا استیصال کیجئے۔ اس تحریک کے مطابق وہاں سے دوسرا عجمی زرمہ اور مذہب لشکرے کو نیار کی طرف بڑھے اور حصید اور خنافس کے قبائل عرب کو بلکھا کہ آپ لوگ بھی آکر ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اس کی خبر جناب قعقاع بن عمرو کو بھی ہو گئی جو حیرہ میں حضرت خالد بن ولید کے قائم مقام تھے۔ انہوں نے فوراً جناب عبد بن فد کی کو حصید کی طرف اور جناب عمرو بن حور بانی کو خنافس کی طرف روانہ کیا، تاکہ ان دونوں عرب گروہوں کو عجمی لشکر تک نہ پہنچنے دیں۔ چنانچہ وہ دونوں طرف سے راستے میں حائل ہو گئے۔ اترنے میں حضرت خالد بن ولید بھی حیرہ میں پہنچ گئے۔ اگرچہ وہ دو مہمہ الجندل سے یہ ارادہ کر کے چلے تھے کہ اب دارالسلطنت عجم مدائن پر فوج کشی کریں گے۔ مگر یہاں پہنچ کر یہ حالات سنے تو قعقاع کے مشورہ سے مدائن پر حملہ کرنے سے پہلے ہی مناسب سمجھا گیا کہ پہلے اس نے لشکر عجم کو شکست دے دی جائے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق قعقاع بن عمرو اور ابو لیلیٰ جلد جلد کوچ کرتے ہوئے زور بہ اور زرمہ کی طرف چلے۔ اور حضرت خالدؓ کو اطلاع ملی کہ عقہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ہذیل بن عمر ان نے مقام میضج میں لشکر جمع کیا ہے۔ اور دوسری طرف ربیع بن بھیر نے مقامات شنی و بشر میں فوجیں جمع کر لی ہیں۔ اور دونوں اس کوشش میں ہیں کہ زرمہ اور روزبہ کے لشکر سے جا ملیں۔ یہ حالات سن کر حضرت خالد بن ولید بھی بہادران اسلام کوئے کو فوراً بڑھے اور اور مقام التمر میں قعقاعؓ اور ابو لیلیٰ سے جا ملے۔ وہاں سے قعقاع کو تو حصید میں ابو لیلیٰ کو خنافس میں بھیج دیا۔

جنگ حصید | جناب قعقاع جب حصید میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں روزبہ اور زرمہ کا لشکر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے اور مقابلہ کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ چنانچہ قعقاعؓ نے جاتے ہی حملہ کر دیا اور زرمہ دست لڑائی پھڑکی۔ عجمیوں میں سے ایک

خلقت عظیم قتل ہو گئی۔ یہاں تک کہ جناب ققاع نے شیرازہ حملہ کر کے زبیر کو قتل و شمشیر
نہا دیا۔ ادھر عصمتہ بن عبد اللہ نامی ایک نیک نفس اور پاک طینت بزرگ اور جاثم اسلام
نے روزیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح ایرانیوں کو یہاں شکست ہو گئی۔ اور
بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔ بہت سوں کو مسلمانوں نے تعاقب کر کے قتل کر دیا۔
بقیہ ایرانی فوج بھاگ کر خنافس پہنچی۔ مگر وہاں ابھی دم لینے بھی نہ پائی تھی کہ ابولہی
اس کے سر پر چاہنے اور وہیں حصید کی مصیبت اور تباہی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی
تو یہ لوگ گھبرا کر اٹے پاؤں بھاگے۔ ان کے ساتھ فارسی سپہ سالار و ہر ہر ذان بھی بھاگا۔
اور اس نے مقام مضیع میں پہنچ کر ہذیل بن عمران کے پاس پناہ لی۔ جس نے غیر مسلم عرب لشکر
جمع کر لیا تھا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل حصید کی شکست، اہل خنافس کے بھاگنے اور مضیع
میں پناہ لینے کا حال سنا تو نہایت رازداری سے ققاعؓ، ابوسلیمؓ، عبد اللہؓ اور عروہؓ تمام
سرورین جیوش اسلام کو خطوط روانہ کئے کہ ایک رات کو (جو انہوں نے مقرر کر لی تھی) ۱۰
سب کے سب بغیر کسی خبر کے مضیع میں پہنچ جائیں اور خود بھی اسی تاریخ کو اس مقام سے
روانہ ہو کر مضیع کی طرف چلے۔

مضیع تمام سروران اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع اپنی اپنی افواج کے اسی
مقررہ رات کو جب مضیع میں پہنچ گئے تو رات کے اندھیرے میں
ہی چاروں طرف سے بیک وقت ہذیل کے لشکر پر تکبیر کے غرے بلند کرتے ہوئے جا پڑے
وہ لوگ غافل سو رہے تھے۔ آنکھ کھلی تو ہنگامہ حشر برپا تھا۔ سب کے ہاتھ پاؤں پھول
گئے اور بدحواسی میں بھاگے۔ مسلمانوں نے انہیں بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں
کا غالب گروہ قتل ہو گیا۔ فقط ہذیل کے گروہ کے چند نفوس بھاگ جانے میں کامیاب ہو
ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید کو یہ بھی معلوم تھا کہ ربیعہ بن بکیر کا پڑاؤ بلاوثنی ولبشر میں ہے
مفتح کو فتح کرتے ہی حضرت خالدؓ کے مشورے سے قفقاز اور ابولیلانے ایک رات ربیعہ
پر حملہ کرنے کے لیے مقرر کی اور خود حضرت خالدؓ بھی اس طرف چل پڑے اور رات ہی
رات ثنی میں پہنچ کر تین اطراف سے ربیعہ کے لشکر پر جا پڑے۔

اور یک ایک آن پر تلواروں کی بجلیاں گرانے لگے۔ بدحواسی میں
فتح ثنی ولبشر ان لوگوں سے کچھ نہ ہو سکا۔ سارا لشکر رات کے اندھیرے میں ہی
کٹ گیا۔ جو کچھ ساز و سامان شہر میں رہا۔ بہادران اسلام نے حاصل کیا۔ جس کا پانچواں حصہ
حسب دستور عراق اسیران جنگ کے مدینہ منورہ میں روانہ کیا گیا۔

اس رٹائی کے اسیروں میں ربیعہ بن بکیر کی بیٹی صہبا تعلبہ بھی تھیں جن کو حضرت
علی المرتضیٰؑ نے خرید لیا اور وہ ان کی محبوبہ بیوی بن گئیں۔ جن کے بطن سے عمر بن علیؑ
اور رقیہ بنت علیؑ پیدا ہوئیں۔ اور عمر بن علیؑ پچاسی برس کے ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔
اس فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بشر سے روانہ ہو کر حجاز
میں پہنچے۔ یہاں عقیقہ کا بیٹا ہلال اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا اس نے بہادران اسلام
کی آمد کی خبر سنی تو اس کے ہمراہی اپنے سردار کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ہلال بھی بھاگ کھڑا
ہوا۔ رحناب میں بہادران اسلام نے کسی حریف کو نہ پایا تو حضرت خالدؓ شہر فرائض کی
طرف روانہ ہوئے۔

فرائض میں رومیوں اور ایرانیوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلم عرب
معرکہ فرائض قبائل بھی جمع ہو گئے تھے ان سبھوں نے لشکروں کا بہت بڑا
جھاڑ ہو گیا۔ اور یہ لوگ اپنی جمیعت کے زعم میں بہادران اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے
لیے خود ہی آگے بڑھے۔

حضرت خالدؓ بھی جلدی جلدی کوچ کرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے پہنچے

گئے۔ مخفوطی دیر بعد میں لڑائی شروع ہو گئی اور نہایت ہی خون ریز لڑائی ہونے لگی۔ بہادران اسلام نے اپنی بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ رومی تاب نہ لاسکے۔ اور شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ عجمیوں اور عربوں کے قدم بھی اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جانیازوں کو پکار کر کہہ دیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں تلوار نہ روکی جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتولین دشمنان اسلام کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہو گئی۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد دس روز تک سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماں میں مقیم رہے اس کے بعد اپنی فوج ظفر مروج کو حیرہ کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔ یہ واقعہ ماہ ذی قعدہ ۳۳ھ کا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آغاز ۳۳ھ میں شام پر کئی طرف سے
شام پر یغار لشکر کشی کا حکم دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص پر، یزیدؓ بن ابی سفیان کو دمشق پر، شرجیلؓ کو اردن پر اور عمرو بن العاصؓ کو فلسطین پر مامور کیا۔ فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی۔

یہ عساکر اسلام جب عرب کی سرحد سے پار ہوئے تو قدم قدم پر رومیوں کے بڑے بڑے جتھے ملے، جو پہلے سے مقابلہ کے لیے تیار تھے۔ ان کے علاوہ قیصر روم نے تمام ملک سے فوجیں جمع کر کے علیحدہ علیحدہ افسروں کے مقابلے پر روانہ کیں۔ ان حالات کے پیش نظر افسران اسلام نے آپس میں فیصلہ کیا کہ تمام فوجیں یکجا کر لی جائیں اور حضرت ابو بکرؓ کو مزید ملک بھجوانے کے لیے خطر روانہ کر دیا۔ چنانچہ خالد بن ولیدؓ جو عراق کی مہم پر مامور تھے عراق سے چل کر جمیوٹی موٹی رڑائیاں لڑتے اور فتح حاصل کرتے دمشق پہنچے اور اسے صدر مقام قرار دے کر وہاں قیام کیا۔ قیصر نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑی فوج

گردانہ کی جس نے اجنادین میں پہنچ کر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح، خود پیش قدمی کر کے اجنادین پر بڑھے اور دوسرے افسران فوج اسلامیہ کو لکھ کر بھیجا کہ آکر مل جائیں۔ چنانچہ حضرت شرجیلؓ، یزیدؓ، اور عمرو بن العاص وقت مقررہ پر اجنادین میں پہنچ گئے۔ خالدؓ نے بڑھ کر حملہ کیا اور بہت بڑے معرکے کے بعد فتح کامل ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۸ جمادی الاول ۱۳ھ میں گزرا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر جناب خالدؓ بن ولید نے پھر دمشق کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں شروع ہوا لیکن فتح حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں حاصل ہوئی۔

جنگ دمشق | یہ دمشق شہر شام کا ایک بڑا صدر مقام تھا اور چونکہ قدیم زمانے سے اہل عرب لغیر من تجارت یہاں آجایا کرتے تھے۔ اس کی عظمت کا شہر تمام عرب میں تھا۔ ان وجوہ سے خالدؓ بن ولید نے بڑے اہتمام سے محاصرہ کے انتظام کیے۔ شہر نیاہ کے بڑے بڑے دروازوں پر ان افسروں کو مقرر کیا، جو شام کے صوبوں کی فتح پر مامور ہو کر آئے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بن العاص باپ لوطا پر، حضرت شرجیلؓ بن ابی العزاد لیس پر، حضرت ابو عبیدہؓ باب الحجابیشہ پر متعین ہوئے اور خود جناب خالدؓ نے پانچ ہزار فوج ساتھ لے کر باب الشرق کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔ محاصرہ کی سختی دیکھ کر عیسائی ہمت ہارے جاتے تھے۔ ان کے جاسوس مسلمانوں کی فوج میں آتے جاتے تھے اور دیکھتے تھے کہ تمام فوج میں جو شش کا عالم تھا۔ ہر شخص پر ایک نشہ سا طاری تھا۔ ہر فرد میں دلیری، ثابت قدمی، راستبازی، عزم اور استقلال پایا جاتا ہے۔ تاہم رومیوں کو یہ سہارا تھا کہ ہر قل سر پر موجود ہے اور حمص سے اس کی فوجیں چل چکی ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ضرار بن آذر کو دو ہزار سوار دے کر لشکر اسلام کی حفاظت کے لیے ارد گرد گھومتے رہنے کا حکم دیا۔

اس پر ضرارؓ نے کہا یہ کام تو میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں تو دشمنوں سے جنگ کرنے کا شوق رکھتا ہوں۔ چنانچہ خالدؓ بن ولیدؓ نے ضرار کو حکم دیا کہ تم بھی جہاں موقع پاؤ دشمنوں کو تہ تیغ کرو اب لڑائی شروع تھی اور جاں نثاران اسلام نے چاروں طرف سے دشمنوں کو گھیر رکھا تھا۔ اہل دمشق مجبور ہو کر صلح کرنے کا مشورہ کرنے لگے۔ لیکن ان کا سردار تو مانے اس بات کو پسند نہیں کیا۔

آخر قلعہ بند اہل دمشق نے تو مانے سے کہا کہ اس طرح ہم لوگ قلعہ بند ہو کر کتک ان سے مقابلہ کریں گے۔ یا تو تم خود قلعہ سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کرو یا بادشاہ کو لکھو کہ وہ ہماری امداد کے لیے کمک روانہ کرے۔ اس پر تو مانے انہیں سمجھایا کہ مسلمان جب قلعہ پر حملہ کریں گے تو ہم قلعہ کو اوپر سے اُن پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر کے ان کو بھگاتے رہیں گے۔ جب تک ہماری کمک بھی آجائے گی تو پھر قلعہ سے نکل کر دشمن پر ایک زبردست حملہ کر کے ان کو شکست دے دیں گے۔

ایک دن تو اسی طرح گزر گیا۔ مگر دوسرے روز بہادران اسلام نے چاروں طرف قلعہ پر یورش کر دی۔ اور دشمنوں نے اپنی تجویز کے مطابق اُن پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔ اس بوچھاڑ میں شرجیل بن حسنہ کے چند ہمراہی زخمی ہو گئے اور ابان بن سعید نے جام شہادت پی لیا۔ ابان بن سعید کی بیوی نے اپنے شوہر کی شہادت کا حال سنا تو وہ مسلح ہو کر شرجیل بن حسنہ کے ماتحت سواروں میں شامل ہو کر دشمنوں سے لڑنے لگیں اتنے میں تو مانے جو شرجیل بن حسنہ کے ساتھیوں کو زخمی ہو ہو کر گرتے دیکھا۔ تو وہ فوج لے کر دروازہ تو مانے کی طرف قلعہ سے باہر نکل کر ان بہادران اسلام پر حملہ آور ہوا۔ شرجیل بن حسنہ نے تو مانے کو میدان میں آتے دیکھ کر اپنے ہمراہیوں کو فوراً پیچھے ہٹ جانے کا

حکم دیا۔ اس حکمت عمل سے تو مانے یہ سمجھا کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ لیکن جاں نثاران اسلام نے پیچھے ہٹ کر تو مانے لشکر کو تلواروں پر دھریا۔ ابان بن سعید شہر کی بیوی بھی ذرا پیچھے کھڑی ہوئی دشمنوں پر ایسے تیر برسا رہی تھی کہ اس کا کوئی نشانہ خطا نہ ہوتا تھا۔

تو مانے بھلا کر شرجیل پر جو حملہ کیا تو دونوں سرداروں نے اپنی اپنی تلواریں سنبھالیں۔ اگرچہ تو مانا تباہ توڑ وار کر رہا تھا۔ لیکن شرجیل بھی ہر ایک وار کو بڑی خوش اصول سے خالی دیتے تھے۔ اتنے میں ابان بن سعید کی بیوی نے اپنے تیر سے تو مانے کی آنکھیں پھیر کر رکھ دی وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور ساتھ ہی اپنے لشکر کو ساتھ لے کر قلعہ کی طرف بھاگا۔ مسلمانوں نے اس کا پیچھا کیا۔ مگر قلعہ والوں نے اوپر سے پھرتنگی بوجھا کر دی۔ اسے کشمکش میں تو مانے باقی ماندہ لشکر کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور اس طرح اہل قلعہ پھر قلعہ بند ہو گئے۔

کئی دن بعد دشمنان اسلام رات کے وقت قلعہ کے ہر ایک دروازہ سے الگ الگ ایک ایک دستہ نکل کر شہجون مانے کے لیے نکلے۔ لیکن بہادر خالد بن ولید کب غافل رہنے والے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی احتیاط کر رکھی تھی اور ہر ایک خیمہ میں سپردار مقرر تھے۔ اس کے علاوہ ہزارین آذر حفاظت لشکر پر خاص طور پر مامور تھے۔ دشمنوں کے باہر نکلنے ہی بہادران اسلام تیار ہو گئے اور ہر طرف سے مسلمان مجاہدوں نے اہل دمشق کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا اور ہزاروں دشمنوں کو تہ تیغ کر دیا۔ شرجیل بن ابی اسد کی بہادری قابل دید تھی۔

فتح دمشق | الغرض رات سے دن بھر کی لڑائی کے بعد دشمنان اسلام اپنے ہزاروں مقتول عیدان کارزار میں چھوڑ کر قلعہ میں پھر گھس گئے۔ ان کا سردار تو مانا سخت ہراساں ہو رہا تھا۔ اور اس کے ہمراہی کہہ رہے تھے کہ ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ

سلمان کسی سے دینے والے نہیں ہیں۔ اگر اب بھی تم صلح کا مشورہ نہیں دیتے تو ہم
 اور ہی ان سے امان طلب کریں گے۔ یہ سن کر تو ما بھی مجبور ہو گیا۔ اور اس نے حضرت
 عبیدہؓ کے پاس آکر صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کی درخواست
 منظور کر کے صلح کر لی۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کو صلح کی خبر نہ ہوئی۔ وہ قلعہ کا مشرقی
 وارزہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے اور ہزاروں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
 مگر ابو عبیدہؓ نے یہ حال دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کو صلح ہونے سے مطلع
 تو حضرت خالدؓ کو اس پر تعجب ہوا کہ صلح کیسی ہم نے تو بزدل شمشیر اس قلعہ کو فتح
 ہے۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تو ما اور اس کے سب ہمراہی قلعہ کو خالی کر کے چلے جائیں۔
 پچھ بہادران اسلام مظفر و منصور ہو کر اس قلعہ دمشق پر قابض ہو گئے اور اس
 نذر فتح کی اطلاع اور مال غنیمت دار الخلافہ اسلام میں روانہ کر کے اسی جگہ آئندہ حکم
 نظر رکھنے لگے۔

دار الخلافہ مدینہ شریف میں فتح کا پیغام لے کر قاصد پہنچا تو ان کے پہنچنے سے
 یوم پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس جہان فانی سے رحلت فرما چکے تھے۔
 ان کی جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر متمکن تھے۔ خلیفہ ثانی
 جب فتح دمشق کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے۔

ادنین۔ اب ہم حضرت خالد بن ولیدؓ کے بہادری کے کارنامے حضرت ابو
 بکر بن الجراح کے احوال میں بیان کر دیں گے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت
 کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کو امیر لشکر مقرر کر دیا تھا۔

اسلام کے اس مجاہد اعظم اور عظیم حربیل حضرت خالد بن ولید رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری سے ۱۶ھ تک شاکا پورا ملک اسلامی
 نیت کا حصہ بن گیا تھا۔ اب اس بات کی ضرورت تھی کہ مفتوحہ علاقوں کا انتظام کیا

جائے۔ چنانچہ اس کام میں بھی حضرت خالد بن ولیدؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔
دربار خلافت اسلامیہ کی طرف سے آپ کو شام کے اس حصے کا عامل یعنی
سب سے بڑا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ جہاں روم کے بادشاہ ہرقل کی اصلی
سلطنت کی حد شروع ہوتی تھی۔ اور آپؓ نے یہاں ایسا اچھا انتظام کیا۔
کہ کبھی کسی کو شرارت کرنے کی ہرأت تک نہ ہوئی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو پچیس کے قریب جنگوں میں حصہ
لیا۔ اور مقابلہ کیا۔ اور مقابلہ بھی آج کل کے جرنیلوں کی طرح نہیں کہ فوج لڑتی
رہے اور وہ الگ تھلگ رہ کر صرف حکم چلاتے رہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ
کی زیادہ تر جنگیں ایسی ہیں جن میں دشمن کے مقابلہ میں سب سے پہلے آپ ہی
میدان میں نکلے۔ جنگ موتہ کے حال میں آپؓ نے یہ بات پڑھ لی ہو گی کہ حضرت
خالدؓ کے ہاتھ سے تو تلواریں ٹوٹیں۔

ایک روایت کے مطابق آپؓ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا۔ جس پر زخموں
کے نشان نہ ہوں۔ اور اس جوش و شوق سے جہاد کرنے کی اصل وجہ یہی تھی۔
کہ اشاعت اسلام میں ہی درجہ شہادت نصیب ہو جائے۔

وفات | دمِ آخر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دوستوں کو اپنے جسم پر زخموں
کے نشانات دکھاتے تھے اور کہتے تھے: "میں اس طرح مڑ رہا
ہوں۔ جیسے کوئی بزدل مڑتا ہے۔ یا کوئی اونٹ اپنا آخری سانس لیتا ہے۔"
الغرض دنیا سے اسلام کا یہ مجاہد اعظم اور عظیم جرنیل دل میں "تمنائے
شہادت" لیے ۱۲ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہادر خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی وفات کا بے حد رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ "یہ نقصان تمام مسلمانوں کے لیے ناقابلِ برداشت

ہے اور اس خلا کو پورا کرنے والا کوئی بھی نہیں۔ وہ اسلام کے لیے ایک بہت بڑی
 نصرت اور دشمن کے لیے ایک دہشت تھے۔“

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 نازے پر گئے تو آپ کے آنسو بہتے نہ تھے۔

فلاح شام

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

نام :- ابو عبیدہ
خطاب :- امین الامت
پیدائش :- (مکہ) ہجرت سے چالیس سال قبل
وفات :- (موضع قتل) ۱۸ھ
عمر :- اٹھاون سال

شجرہ نسب | ابو عبیدہ بن عامر بن عبد اللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن عتبہ
بن حارث بن قہر بن مالک بن نضر بن کنانہ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے والد ایمان میں لائے تھے اور ایک روایت میں
ہے کہ آپ نے ابنین قتل کر دیا تھا۔ اس لیے آپ اپنے دادا جراح کی طرف منسوب ہو گئے
آپ فہر القریش کے بیٹے حارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے قریشی ہیں آپ کی
زوجہ بھی حارث ہی کی نسل سے تھیں جب وہ ایمان لائیں تو آپ نے ان سے
نکاح کیا۔ اور آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی
ہیں۔ آپ "سابقون الاولون" میں اور عشرہ مبشرہ رسول قطعی جنتیوں میں
سے ہیں۔ اور ہمیشہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ

اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا کہ "ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے۔ اور میری امت کے امین ابو عبیدہؓ ہیں۔"

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب ہوا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز پیش کی تھی کہ میں تمہارے (امت کے) لیے دو اصحاب کو پسند کرتا ہوں۔ "ابو عبیدہؓ بن الجراح یا عمرؓ بن الخطاب کو کیونکہ اول الذکر امت کے امین ہیں۔ اور عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ یا اللہ عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ یا ابو جہل کے ساتھ دین اسلام کی مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ بن الخطاب کو دین اسلام کی امداد کے لیے چن لیا ہے، مگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گوارہ نہ کیا کہ جس قوم میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یارِ غار اور بعد از انبیاء افضل البشر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ ان پر وہ (عمرؓ) خلافت میں سبقت کریں۔ لہذا انہوں نے سب سے پہلے ان (ابو بکرؓ) کی بیعت کی۔ اور پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی۔

واقعی کا بیان ہے کہ آپؐ (ابو عبیدہؓ) پتلے ڈبلے تھے۔ چہرے پر گوشت کم تھا۔ وڑھی بھی بھری ہوئی نہ تھی۔ آپؐ کے سامنے دالے و دانت ٹوٹ گئے تھے اس کی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُحد کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سے تیر کا پھل اپنے دانتوں سے کھینچا تھا۔ اس میں آپؐ دو اگلے دانت ٹوٹ گئے تھے۔

جناب ابو عبیدہؓ بن الجراح کی اسی شان اور مرتبہ کے پیش نظر امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وقت رحلت فرمایا تھا کہ اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ مقرر کر جاتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

انہیں "امین الامت" فرمایا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۸ھ میں ہو گئی تھی ۱۸ھ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ سیف البحر میں تین سو مجاہدوں کا سردار بنا کر قریش مکہ کے خلاف ہم پر روانہ فرمایا تھا۔ غرض یہ تھی کہ دشمنوں کی توجہ منتشر ہو جائے۔ اور آپؐ سمندر کے کنارے چند روز رہ کر واپس مدینہ آگئے۔ اور کسی کو مقابلہ کی جرات تک نہ ہوئی۔

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رحلت کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام خلافت کے لیے تجویز فرمایا۔ اسی وصیت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ دوم مقرر کیا گیا اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۹ھ کو عام مسلمانوں نے بالاتفاق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان ذی النورین بھی شریک تھے۔

تیسرے روز نماز جمعہ کے بعد۔ بعد عید عزا و صفت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو اسلام پر کاربند ہونے اور شاعت دین کی تلقین کی۔ اور دیگر ہدایات و نصائح کے بعد بطور مشورہ اس بات کا اظہار کیا کہ "یٰ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکر اسلام کی امارت سے معزول کر کے ان کی جگہ ابو عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار عساکر اسلام مقرر کرتا ہوں۔"

اس پر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوم بنی مخزوم میں ایک نوجوان شخص نے کہا، "کیا آپ ایک ایسے شخص کو امارت سے معزول کرتے ہیں، جس نے ملک شام میں اپنی قوت بازو سے دشمنان اسلام کو پامال کر کے اسلام کا نام روشن کر دیا ہے۔ انہوں نے بے شمار شہر فتح کر کے سلطنت عرب کو وسیع کیا۔ رومیوں کے بے شمار

شکروں کو اپنی معی بھر فوج کے ساتھ ہر موقع پر شکست دی۔ اور حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطاب سیف اللہ کو حقیقی معنوں میں ظاہر کیا۔ اگرچہ خلیفہ اول کے عہد میں بھی بعض اصحاب نے خالد بن ولید کو امارت سے معزول کرنا چاہا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ میں تنیف اللہ (اللہ کی تلوار) کو پیام میں رکھنا نہیں چاہتا۔ لہذا آپ بھی اپنے فیصلہ پر غور فرمائیں۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

”مجھ پر اگر آپ لوگوں نے خلافت کی امارت کا بوجھ ڈالا ہے۔ لیکن میں اپنے آپ کو ایک چرواہے کی مانند سمجھتا ہوں۔ چرواہا اگر غفلت کرتا ہے تو فقط اس کو نقصان ہی پہنچتا ہے۔ بلکہ اس کی باز پرس بھی ہوتی ہے۔ لہذا میں جانتا ہوں کہ اس امارت میں مجھے اپنے فرائض سے اگر کوئی قصور ہو جائے تو مجھے درگاہ ایزدی میں اس کا جواب دینا پڑے گا۔ ہر شخص کو اپنے فرائض کا احساس ہونا چاہیے۔ مذہبی طریق عمل کے علاوہ دنیاوی طرز تمدن اور طریقہ انتظام منظم کی طبیعت پر منحصر ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص کی طبیعت فطرتاً مختلف ہے۔“

اور مملکت نیک نیتی اور بہ پابندی مذہب اسلام سرانجام ہونے چاہئیں۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طبعاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر کلی اعتماد تھا۔ اس لیے آپ نے ان کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا۔ لیکن میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت ابو عبیدہ بن الجراح پر زیادہ مطمئن ہوں۔ اس لیے میں خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کرتا ہوں۔“

اس جواب پر وہ مخزومی نو جوان خاموش ہو گیا۔ دیگر اصحاب نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خیال سے اختلاف نہیں کیا۔ اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام اس مضمون

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یہ خط عبداللہ عمرؓ امیر المومنین کی طرف سے ابو عبیدہ بن الجراح کے نام۔ "سلامتی ہو تم پر۔"

بعد حمد خدا اور درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تمہارے سپرد میں نے مسلمانوں کا جو کام کیا ہے اس کام کے متعلق تم کو شرم نہیں آنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی امر حق سے نہیں شرماتا۔ میں تمہیں پرہیزگار رہنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ خدا سے ڈرتے رہنا۔ اس خدا کے واحد سے جس کے سوائے سب ہمت و نیست ہونے والا ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے تمہیں کفر و ضلالت سے نکال کر اسلام کی راہ دکھا کر تم کو نجات دی اور بہادران اسلام کے سرواڑ بننے کی عزت بخشی اسی خدا کی مہربانی سے تم خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ مامور کیے جاتے ہو۔ لہذا اس سے خالد بن ولید کو مطلع کر کے امارت سے علیحدہ کر دو۔ اور مسلمانوں کو مال غنیمت ملنے کی خوشی میں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش نہ کرو اور نہ دشمنوں کی کثیر جمیعت کے مقابل بہت کم تعداد بھیجو۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تم اپنی خوش تدبیری اور معاملہ منہی سے خدا پر بھروسہ کر کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کر دو گے۔ اس بات کا خیال کرو کہ مسلمان مصائب و آلام میں مبتلا نہ ہوں، طمع دنیا سے آنکھیں بند اور دل کو پاک رکھو اور ان لوگوں سے سبق حاصل کرو کہ جو لوگ تم سے پہلے مرض ہلاکت میں پڑے۔ پس تم اپنے ماتحت مسلمانوں کو بھی آخرت کے دن سے خبردار کر کے سیدھے اور صاف راستہ پر چلاؤ۔ تاکہ آخرت میں نیکو کاری کے ثواب کا زادِ راہ لے کر بجائیں۔

خلیفہ ثانی عمرؓ رفقہ

حضرت عمر فاروقؓ کا پہلا قاصد حکم نامہ لے کر پہنچا جس سے تمام جان نثاران اسلام کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا حال سن کر افسوس ہوا۔ اس کے بعد قاصد نے خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظمؓ کا نامہ لشکر اسلام میں پڑھ کر سنایا۔

اس حکم کے تحت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابجراس لشکر اسلام کے امیر مقرر ہوئے اور حضرت خالد بن ولید نے خلیفہ ثانی کے حکم پر نہایت خوشی سے اپنا سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔

”میں محض اسلام کا ایک سپاہی ہوں۔ اور میں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں قید کیا ہوا ہے۔ مجھے امارت یا سرداری کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ میں اشاعت اسلام اور دین حق کے لیے ایک سپاہی کی حیثیت سے دشمنوں سے لڑوں گا۔ اور جس سردار کی ماتحتی میں رہوں گا۔ اس کی اطاعت مجھ پر فرض ہوگی۔“

غرضیکہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر لشکر ہوتے ہی کبھی بیت المقدس کو فتح کرنے اور کبھی انطاکیہ پر حملہ کرنے کا خیال کیا۔ ابھی آپؓ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یہاں سے قریب ہی ایک قلعہ حصن ابی المقدس ہے۔ وہاں دشمنوں کی تعداد بھی کم ہے۔ پہلے آپؓ اسے فتح کر لیں۔ اس مشورہ کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے بہادروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس قلعہ کو سر کرنے کے لیے کون سردار جانا چاہتا ہے۔ اس پر حضرت جعفر طیار شہید کے بیٹے حضرت عبداللہؓ اس سعادت کے لیے جھٹ اگے بڑھے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ اس نوجوان کا حوصلہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ کی ماتحتی میں پانچ سو سوار وے دیئے گئے جن میں آزمودہ کار اور قابل عزت اصحابی حضرت ابوذرؓ، عامر بن ربیعہؓ، عتبہ بن عبدالمسلمیؓ، سہیل بن سعیدؓ، سعد بن مالکؓ، انس بن صعبہؓ، عمر بن سفیانؓ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ جب قلعہ

حصن ابی المقدس کے پاس پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک میلہ کے باعث دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بہادران اسلام نے مشورہ دیا کہ ہمیں اس وقت جنگ کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس پر عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا یہ رائے تو ٹھیک ہے۔ لیکن جب کہ ہم لوگ جنگ کی نیت سے آگئے ہیں تو ویسے ہی یہاں سے لوٹ جانا بہادران اسلام کی توہین ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ ہم امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس اپنا قاصد بھیج کر کمک طلب کر لیں۔

قاصد پہنچا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ متفکر ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلا کر کہا کہ میں پہلے ہی آپ کو اس مہم پر روانہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن محض اس لیے اس خیال میں آپ پر ظاہر نہ کر سکا کہ شاید آپ اس خدمت کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ ابھی چند روز پہلے آپ ہی امیر لشکر تھے۔

اس پر خالد بن ولیدؓ رضی اللہ عنہ نے کہا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے خلیفہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کسی قسم کا رنج نہیں ہے۔ میں خود کو اسلام کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتا ہوں اور اشاعت اسلام کے لیے اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کا ہمتہ کر چکا ہوں۔ آپ مجھے جس کام پر مامور کریں گے۔ اس میں کبھی سرتابی نہ کر دوں گا۔ بلکہ اپنے طرز عمل سے خلیفہ ثانی پر یہ ظاہر کر دوں گا، کہ میں امارت میں اسلام کا جیسا جانی شایر تھا۔ ویسا ہی ایک سپاہی کی حیثیت میں وفادار ہوں۔

الغرض حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم سے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور خود بھی زمرہ ہیں کہ علم رایت الثقاب لے کر لشکر زحف کے ساتھ قلعہ حصن ابی المقدس کی طرف چل دیئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بھی بڑے شجاع و جوان تھے۔ اس ٹھوٹے لشکر کے ساتھ ہزار ہا دشمنوں کے مقابل بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے۔

سارے بہادر دن بھر لڑتے لڑتے چہرہ ہو گئے تھے۔ لیکن کسی نے ہمت نہ ہاری۔ اگرچہ اس وقت دن ڈھل چکا تھا۔ لیکن لڑائی جاری تھی۔

بہادران اسلام متفرق اطراف میں لڑ رہے تھے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ ہر ایک شخص صرف اتنا دیکھ لیتا تھا کہ علم اسلام لہرا رہا ہے۔ اتنے میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ہزار ہا اپنے لشکر کے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اور آتے ہی لغرۃ تکبیر بلند آواز کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔

عبداللہ بن جعفرؓ اور دیگر بہادران اسلام کو اس تاہید ایزی سے نہایت خوشی ہوئی اور سب نے خوشی میں اگر دشمنوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔

ادھر ظاہر کے حاکم اعلیٰ بطریق نے مسلمانوں کا یہ دلولہ دیکھا تو وہ غضب ناک ہو کر میدان میں خود بھی کود پڑا اور آتے ہی اس نے ہزار ہا پر وار کیا۔ لیکن حضرت ہزار نے لپک کر اپنے خیمے سے بطریق کا کام تمام کر دیا۔

بطریق کے قتل کے بعد دشمن سپٹائے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان پر حملہ کیا۔ تو دشمنان اسلام بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ بہت سے دشمن قید ہوئے اور کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے مزدہ خوشی کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیج کر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بھی لکھ بھیجا کہ یہ فتح بھی خالد بن ولیدؓ کے باعث ہوئی ہے۔

اس فتح کے بعد امیر عساکر اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے یزید بن ابی سفیان کو دمشق اور اس کے گرد و نواح کا منتظم مقرر کر کے ان کے ماتحت پانچ سو جاں نثاران اسلام کا دستہ دے کر اپنے تمام لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ لیکن خالد بن ولیدؓ کو لشکر زحف اور علم رات العقب دے کر اسلامی لشکر کے آگے روانہ کر دیا۔ مقام بقیاع پر پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ نے خالد بن ولیدؓ کو اپنے لشکر کے ساتھ حص کی طرف بھیج دیا اور خود بعلبک کی طرف روانہ ہونے کو ہی تھے کہ اتنے میں مقام جوسیہ کے سردار نے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اس سے ایک سال کے لیے صلح کر لی۔ اس کے

بعد اہل حص، عوام، مصر، سمان، دستن، حمہ، شیز، سرعج، اور قرقینا وغیرہ کے ساکنان نے بھی معیادی صلح کی درخواستیں کیں۔ جن کو حضرت ابو عبیدہؓ نے منظور کر لیا۔

جب ان معیادی مصالحتات کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے امیر عساکر اسلام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ”ان معیادی صلحوں میں دقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے پھر وہیوں کو قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں۔ جبکہ ان کو اپنے بادشاہ ہرقل کی طرف سے کمک پہنچ جائے گی تو یہ لوگ ان معیادی مصالحت کی پرواہ نہ کر کے تم سے لڑائی چھیڑ دیں گے اور اس عرصہ میں وہ زیادہ عرصہ تک جاری رکھنے کے لیے خاطر خواہ سامان رسد وغیرہ جمع کر لیں گے۔“

حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ نامہ مبارک تمام سرداران لشکر کو جمع کر کے سنایا اور بطور مشورہ دریافت کیا کہ یہاں سے اب حلب پر چڑھائی کی جائے یا سیدھے انطاکیہ پر حملہ کر دیں۔

ابھی یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ کسی نے آکر یہ اطلاع دی کہ ”شاہ ہرقل کی روانہ کردہ کمک قنیرین کو جا رہی ہے“ اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا۔
مجھے پہلے ہی خیال تھا کہ قنیرین دسے وقت کو مال دے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس دعا باز گورنر قنیرین کو فریب کاری کی پوری سزا دی جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ”میں دس جانباز سوار ہمراہ لے کر گورنر قنیرین کے پاس جاؤں اس کو ہم گھیر کر قتل کر دیں گے آپ اپنی فوج کے ساتھ کے ساتھ تیار رہیں۔ اور ہمارے پیچھے جلد ہی پہنچ جائیں۔ تاکہ اگر ہم دشمنوں میں گھر جائیں تو آپ ہماری مدد کر سکیں۔ اس تجویز سے ایک تو قنیرین کی اندوہی فوج میں بھگدڑ مچ جائے گی۔ اور دوسری طرف آپ شاہ ہرقل کی کمک کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیں۔ تاکہ کھلے میدان میں ان کو شکست دے کر قنیرین پر قبضہ کر لیا جائے۔“

جنگ قنیرین | حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس

تجوڑ کو پسند کیا تو خالد رضی اللہ عنہ نے عباس بن عثیم، عمرو بن سعید، سہیل بن عامر، رافع بن عمیرہ، سعید بن عامر الفزاری، عمرو بن معدی کرب، عبدالرحمان بن ابی بکر، ضرار بن ازد، قیس بن مسیرہ، اور ربیع بن عامر۔ ان دس جانبازانِ عیاب کے علاوہ اپنے غلام مہام کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور یہ بارہ بہادرانِ اسلام اس خطرناک مہم پر لشکرِ اسلام سے پہلے قنبرین کی طرف چل نکلے۔ راستے میں خالد بن ولیدؓ نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ راہ میں جس وقت جیلہ کا لشکر ہمارے پاس سے گزرے تو اس وقت چپ چاپ ہم سب اس لشکر میں مل جائیں گے۔ جب حاکم قرین جیلہ کے استقبال کے لیے آگے بڑھے گا تو ہم گھوڑے دوڑا کر جیلہ کے لشکر سے نکل جائیں گے اور حاکم قرین کو پکڑ لیں گے۔ اس طرح ہم پر کوئی شک نہ کرے گا۔ حاکم قرین بھی یہی سمجھے گا کہ جیلہ نے اس کی تعظیم کے لیے ہم لوگوں کو روانہ کیا ہے۔ لیکن اس بات میں ہر ایک شخص کو اپنی اپنی جان پھیل پر رکھ کر سنات احتیاط رکھنی چاہیے۔ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔

اس کے بعد یہ بارہ بہادرانِ اسلام جیلہ کے لشکر میں چپ چاپ جا ملے۔ جب قنبرین سے گھوڑے فاصلے پر جیلہ کا لشکر پہنچا اور حاکم قرین مع ہمراہیوں کے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسی وقت خالد بن ولیدؓ اور ان کے گیارہ جانباز اپنے اپنے گھوڑے کو اڑھائی رگا کر جیلہ کے لشکر سے نکل کر ہوا ہو گئے۔ حاکم قرین نے جوان کو آتے دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ جیلہ کے ماتحت سردار اس کے استقبال کو آرہے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی اپنے ہمراہیوں سے نکل کر آگے بڑھا۔ خالد بن ولیدؓ سب سے آگے تھے۔ حاکم قرین کو دیکھتے ہی انہوں نے کہا کہ میں خالد بن ولیدؓ ہوں اور تمہیں تمہارے قریب کی سزا دینے آیا ہوں۔ ساتھ ہی خالد رضی اللہ عنہ کے جانبازوں نے نعرہٴ تجبیر ”اللہ اکبر“ بلند کر کے حملہ کر دیا۔ حاکم قرین نے اس بلائیے ناگہانی کو دیکھ کر التجا کی کہ مجھے زندہ گرفتار کر لیا جائے۔ اس کے بعد اسے گرفتار کر لیا گیا تو اتنے میں جیلہ اپنے لشکر کے ساتھ اس موقع پر پہنچ گیا اور ان لوگوں نے خالد بن ولیدؓ اور ان کے گیارہ

جلالہ شاران اسلام کو گھیر لیا۔ اور جیلہ نے خالد بن ولید کو مخاطب کر کے پوچھا تم کون ہو؟
 انہوں نے کہا میں خالد بن ولید ہوں۔ ہم سب ہادی اسلام حضور پر نور حضرت محمد صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلالہ شاران صحابہ ہیں۔ اور ہمارے مسلمان بھائی خدا کی وحدانیت
 اور اشاعت اسلام کے لیے ہر وقت سر یکجہ ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟ جیلہ نے جواب
 دیا کہ میں شاہ غسان ہوں میرے ایک اشارے پر تم سب قتل ہو سکتے ہو۔

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ تم وہی ہو جو اسلام لاکر عزت ہو گئے اور ایسے بلند
 مرتبہ پر پہنچ کر تمہارے نفس نے تمہیں چاہ ضلالت میں گرا دیا ہے۔ بے شک اس وقت
 تمہارے ہزار ہا لشکر میں ہم صرف بارہ آدمی گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک
 موت سے خائف نہیں ہے۔ اگر ہم لوگوں کو شہید کرنے کا ارادہ کر دے گا تم بھی حاکم قزین
 کو جو اس وقت ہمدانی حراست میں ہے قتل کر کے اس کی دغا بازی کی سزا دے کر شہید
 ہو جائیں گے۔ لیکن اگر تم حاکم قزین کی جان بچانا چاہتے ہو تو ہم سے ایک ایک کر کے مرنا
 وار مقابلہ کرو۔ اگر تم نے اس طرح بڑ کر ایک ایک کو شہید کر دیا تو حاکم قزین آزاد ہو جائے
 گا۔ اگر تم ہمارے ہاتھ سے قتل ہو گئے تو پھر تم کو حاکم قزین سے سرور کا رنہ رہے گا۔ پس اگر
 تم لوگ اتنے ہی بہادر ہو تو اس تجویز کے مطابق ہم سے مقابلہ کرو۔

جیلہ نے اپنے سرداروں سے مشورہ لے کر اس تجویز کو پسند کیا۔ تو خالد بن ولید
 سب سے پہلے خود مقابلہ کے لیے نکلے لگے تو عبدالرحمن بن ابی بکر نے انہیں روک کر
 کہا۔ پہلے میں جاؤں گا خالد بن ولید نے دعا دے کر اجازت دی تو دشمنوں میں سے ایک
 ولیس جیگو شخص کے مقابل ہوا لیکن بہادر عبدالرحمن نے اسے نیزے کے پینے ہی داریں ٹھنڈا کر دیا پھر
 دوسرا مقابل ہوا تو اس بہادر اسلام نے اسے بھی گھاتل کر دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے
 حبیب عبدالرحمن سے یانچ رو میوں کو تھک کر دیا۔ جیلہ نے غضب ناک ہو کر مقابل ہوتے
 ہیں عبدالرحمن سے کہا تم واقعی بہادر نہ ہو ان ہمارے ساتھ لڑنے نہیں آیا۔ کیونکہ

تم میرے رتبے کے برابر نہیں ہو۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ اگر تم اسلام کو چھوڑ کر ہماری طرف
 آجاؤ تو میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا۔ اور ہر قتل سے کہہ کر تمہیں کسی نہ خیر علاقہ
 کا بادشاہ بنا دوں گا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے اس کے جواب میں جیلہ سے کہا: میں اسلام جیسی
 نعمت الہی کے مقابلے میں اس دنیاوی دولت اور وجاہت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اے
 جیلہ! میری اس طمع دلانے والی باتوں میں ایک سچا دیندار اور مسلمان نہیں آسکتا۔ اگر مقابلہ
 کرنا ہے تو مردوں کی طرح میرا مقابلہ کر۔ اگر ہمت نہیں ہے تو کسی اور اپنے دلیر سپاہی کو بھیج دے۔
 جیلہ یہ سن کر سخت برہم ہوا اور نیزہ تان کر عبدالرحمنؓ پر حملہ کیا۔ جسے بہادر عبدالرحمنؓ
 نے خالی دیکھ کر اپنا نیزہ جیلہ کی طرف بڑھایا۔ مگر جیلہ نے اسے اپنی ڈھال پر روکا تو عبدالرحمنؓ
 کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھ کر اس بہادر اسلام نے اپنی تلوار کھینچ لی اور جیلہ نے بھی تلوار کو
 سنبھالا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کیے۔ عبدالرحمنؓ کی تلوار نے جیلہ
 کی ڈھال کو کاٹ کر اس کا زخمی کر دیا۔ اور جیلہ کی تلوار عبدالرحمنؓ کے شانے پر پڑی۔
 حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب عبدالرحمنؓ کو زخمی دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں خون آکر آیا۔
 اس جوش میں اسی وقت خالد بن ولیدؓ نے حاکم قرین کو قتل کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر رومی لشکر
 کے ہزاروں افراد بدحواس ہو کر ان چند بہادران اسلام پر ٹوٹ پڑے۔
 یہ دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ ”ہلقہ باندھ کر عبدالرحمنؓ
 کو درمیان میں رکھ کر دشمنوں کی طرف منہ کر کے خوب مقابلہ کرو اور جو سامنے آئے اسے
 موت کی نیند سلا دو۔ لیکن اپنا حلقہ ٹوٹنے نہ پائے۔“

اسی تجویز کے تحت بہادران اسلام نے سینکڑوں رومیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ رومیوں نے
 ہر چیز زور و شور سے حملے کیے۔ لیکن بہادروں نے ہر دفعہ ان کو پسپا کیا۔ یہاں تک کہ
 صبح سے عصر تک کا وقت ہو گیا اور یہ جانثاران اسلام رومیوں کو قتل کرتے کرتے تنگ آ گئے۔
 تاہم ان پر رومی بھی ان کے شامل حال تھے۔ عین اسی وقت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراحؓ بھی

شکر اسلام نے کراہتھی۔ انہوں نے آتے ہی رومی لشکر کو آگے رکھ لیا۔ خالد بن ولید اور ان کے جان نثار ساتھی یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور اسی خوشی میں انہوں نے نعرہ تکیہ بلند کر کے بہت زبردست حملہ کیا۔

اب رومیوں کو دونوں طرف کا رخ کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے رومیوں کی بدحواسی دیکھ کر دائیں بائیں تلواریں چلاتا شروع کر دیں۔ جو بھی سامنے پڑا اسے ایک ہی وار میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی طرح جب مسلمانوں نے ہزاروں رومی قتل کر ڈالے تو دشمن میدان سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور ہزاروں دشمنوں کو قید کر لیا اور بہت سامان غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

میدان جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے بعد حضرت خالد بن ولید کی رائے سے شہر قنرین پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر اسلام آگے بڑھا۔ تو اہل قنرین ننگے سر "امان مان" پکارتے شہر سے نکل آئے۔

بہادر محمد اور انصاف پرور مسلمانوں نے باوجود اس کے کہ اہل قنرین نے بد عہدی کی تھی۔ اہل شہر کو فراخ دلی سے امان دے کر اس شہر کو اپنی حفاظت میں لے کر قلعہ قنرین پر علم اسلام نصب کر دیا۔

فتح قنرین کے بعد امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے **جنگ بعلبک** پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ بہادران اسلام کا لشکر چند دنوں

کی مسافت طے کر کے بعلبک کی سرحد میں پہنچ گیا۔ کچھ روز میدان جنگ پر غور کرنے کے بعد شہر بعلبک کے باہر جانثاران اسلام نے پڑاؤ ڈالا۔ اور حاکم بعلبک کو مطلع کیا کہ اگر تم لوگ ہماری حفاظت میں آنا چاہتے ہو، تو صلح کے لیے آدہ ہیر، ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

حاکم بعلبک ہمیں نامی ایک بہادر سردار تھا۔ اگرچہ اسے اس کے مشیروں نے

شجاعانِ اسلام کے ساتھ صلح کرنے کی رائے دی۔ لیکن اس نے مقابلہ کیے بغیر اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اپنے ساتھ پانچ ہزار جنگجو مسلح سوار لے کر مسلمانوں کو روکنے کے لیے شہر سے باہر نکلا ہی تھا کہ بہادرانِ اسلام نے اس کی فوج کو نیزوں پر رکھ لیا۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کو گھیر کر تیغ کر ڈالا۔ ہر بیس بھی اس معرکہ میں زخمی ہو گیا۔ اور اس کا باقی ماندہ لشکر تتر بتر ہو کر اسے پاؤں میدانِ جنگ سے بھاگا۔ اور قلعہ بھسک میں گھس کر سب نے دم لیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کے ساتھ دشمنوں کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ قلعہ بند ہو چکے تھے۔ جان نثارانِ اسلام نے چاروں طرف سے قلعہ کو محصور کر لیا۔

دوسرے روز مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کیا۔ لیکن دشمنوں نے قلعہ پر سے تیر اور پتھر برساکر مسلمانوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ بلکہ کئی ایک جان یار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔ اور اسی طرح تین دن تک مسلمان قلعہ والوں سے لپٹا ہوتے رہے آخر حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے سرداروں کو مشورہ کیا۔ تو یہ رائے قرار پائی کہ کل کے روز بہادرانِ اسلام قلعہ پر دھاوا نہ بولیں۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے پڑاؤ میں پڑے رہیں لیکن کچھ فوج دائیں بائیں ذرا فاصلے پر بھیج دی جائے۔ جب دشمن یہ جانیں گے کہ ہم ہمت ہار کر واپس ہونا چاہتے ہیں اور ہماری اس بے دلی سے دشمن قلعہ سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے تو اس وقت ہم بھی دشمنوں سے مقابلہ کریں گے۔ اسی اثناء میں ہماری دائیں بائیں والی فوجیں لڑائی کا حال دیکھ کر دشمنوں کو گھیر لیں گی اور ہم قلعہ پر قابض ہو جائیں گے۔

اس رائے کے مطابق امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک ہزار سواروں کا دستہ منتخب کر کے اس کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ پر تو جنابِ ضرار بن ازور کو اور دوسرے پر حضرت سعید بن زید کو مقرر کر کے انہیں تاکید فرمادی کہ تم دائیں بائیں

طرف ذرا دور ناصیے پر دشمنوں سے اڑھل رہتا۔ جب ہمارے خیمے سے دھواں اٹھتا دیکھو تو اس وقت ذرا نیماں پہنچ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔

دوسرے دن اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ پر اس روز دھاوا نہیں لایا تو ہر بیس نے کچھ عرصہ انتظار کیا اور سمجھا کہ مسلمان ناکام ہو کر دل چھوڑ چکے ہیں۔ اس خیال سے اس نے تمام سپاہیوں کو قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور کئی ہسٹلر دشمنان اسلام اپنے حاکم ہر بیس کے ہمراہ قلعہ سے نکلے۔ مگر مسلمانوں نے پھر بھی ان کی طرف رخ نہ کیا۔ تو ہر بیس اور بھی حیرات کر کے اپنے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب یہ رومی لشکر اسلامی پڑاؤ کے قریب پہنچا تو شجاعان اسلام مقابلہ کرنے کو میدان میں آگئے اور چند مسلمانوں نے الاؤ میں آگ دھکا دی، جس کا دھواں نمودار ہوتے ہی ضرار بن اذدر اور سعید بن زید نے رائیں بائیں اطراف سے سواروں کو لے کر دشمنوں کو زرخہ میں لے لیا۔

ہر بیس نے اپنے لشکر کو جو زرخہ میں دیکھا تو بہت ہراساں ہوا اور اپنے باقی ماندہ سپاہیوں کو لیکر بائیں طرف جان بچا کر بھاگا۔ لیکن جناب سعید بن زید نے اپنے دست کے سپاہیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اور انہیں قلعہ کی طرف جانے نہ دیا۔ ہر بیس نے جب قلعہ کا راستہ رکا ہوا دیکھا تو گھبرا کر ایک غیر آباد پہاڑ پر چڑھ گیا اور سعید بن زید نے اس پہاڑی کا محاصرہ کر لیا۔

ہر بیس اور اس کے ہزار ہا ساتھیوں نے جب دیکھا کہ اب ہم کسی طرف سے قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہاں پڑے پڑے بھوکے مرجائیں گے تو مجبور ہو کر اُس نے جناب سعید بن زید کو کہلا بھیجا کہ ہم امان چاہتے ہیں۔

حضرت سعید بن زید نے امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو ہر بیس کی اس التجا سے مطلع کیا۔ آپ نے ازراہ رحمہ کی جب ہر بیس کی درخواست منظور کر لی تو ہر بیس نے

خود حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، ہمارے جان و مال اگر بالکل محفوظ رکھے جائیں اور اہل عرب میں سے کوئی شخص ہمارے شہر میں داخل نہ ہو تو پھر جس شخص کی ماتحتی میں آپ ہم لوگوں کو دیں گے، ہم ہر طرح سے اس کی اطاعت کریں گے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے ہر بیس کی یہ درخواست منظور کر کے رافع بن عبد اللہ کو جبلک کا منظم مقرر کر کے جبلک والوں پر سالانہ خراج مقرر کر کے انہیں اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اور خلیفۃ المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچواں حصہ مال غنیمت اور رقم سالانہ خراج کے ساتھ فتح جبلک کی خوشخبری تحریر کر کے ایک قاصد کو روانہ کیا۔

فصل دمشق کی شکست نے رومیوں کو سخت ہریم کر دیا تھا اور وہ ہر طرف سے جمع ہو کر بڑے زور اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوئے اور بے بیان میں فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ شہنشاہ ہرقل نے دمشق کی امداد کے لیے جو فوجیں روانہ کیں تھیں۔ وہ بھی آکر شامل ہو گئیں۔ اس طرح تیس چالیس ہزار کا مجمع ہو گیا۔ جس کا سپہ سالار سکٹار نامی ایک رومی افسر تھا۔ غرض رومی فوجیں بے بیان میں جمع ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے ان کے سامنے فحل میں پڑاؤ ڈالا۔ رومیوں نے اس ڈر سے کہ مسلمان آ نہ پڑیں۔ اس پاس جس قدر نہریں تھیں۔ سب کے بند توڑ دیئے اور فحل سے بے بیان تک قنات علاقہ زیر آب ہو گیا۔ کیچڑ اور پانی کی وجہ سے تمام راستے رک گئے۔ لیکن اسلام کا سیلاب کب رک سکتا تھا۔ مسلمانوں کا استقلال دیکھ کر عیسائی صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابو عبیدہ کے پاس انہوں نے پیغام بھیجا کہ کوئی سفیر بن کر آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے معاذ بن جبل کو روانہ کیا۔ معاذ رومیوں کے لشکر میں پہنچے تو دیکھا کہ خیمے میں دیباہ زین کا فرش بچھا ہوا ہے۔ آپ وہیں بٹہر گئے۔ ایک عیسائی نے آکر کہا کہ گھوڑا میں مقام بتا

ہوں۔ آپ دربار میں جا کر بیٹھے۔ حضرت معاذؓ کی بزرگی اور تقدس کا غماخ پھر چاہتا تھا۔ ادیسیائی تک ان سے واقف تھے۔ وہ واقعی ان کی عزت کرنا چاہتے تھے۔ ادران کا باہر کھڑا ہونا ان کو گمراہ گذرا۔ آخر معاذؓ نے کہا۔ میں اس فریق پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار ہوا ہے۔ بیٹھنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر آپؓ زمین پر بیٹھ گئے۔ رومی ان کی بے پروائی اور آزادی پر حیرت زدہ تھے۔ آخر ایک شخص نے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی ہے۔ انہوں نے کہا معاذ اور یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر ہوں۔

رومی چپ ہو گئے معاذؓ نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد مترجم سے کہا کہ ان سے کہہ دو۔ اگر تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہنا تو میں واپس جاتا ہوں۔ رومیوں نے کہا کہ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم اس طرف کس غرض سے آئے ہو۔ ابی سینا کا ملک تم سے قریب ہے۔ فارس کا بادشاہ سرچکا ہے اور سلطنت ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ ان کو چھوڑ کر تم نے ہماری طرف کیوں رخ کیا۔ حالانکہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا بادشاہ ہے اور تعداد میں ہم آسمان کے تارے اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں۔

حضرت معاذؓ نے کہا سب سے پہلے ہماری درخواست ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو۔ شراب پینا چھوڑ دو۔ سور کا گوشت نہ کھاؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہارے بھائی ہیں مگر اسلام لانا منظور نہیں تو جزیہ دو۔ اس سے بھی انکار ہے تو آگے تلوار ہے۔ اگر تم آسمان کے ستاروں کے برابر ہو تو ہمیں قلت اور کثرت کی پرواہ نہیں تمہیں اس پر تانا ہے کہ تم ایسے بادشاہ کی رعایا ہو جس کو تمہاری جان و مال کا اختیار ہے۔ لیکن ہم نے جس کو اپنا بادشاہ بنا رکھا ہے۔ وہ کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اگر وہ زنا کرے تو اس کو دڑے لگائے جائیں۔ چوری کرے تو ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں۔ وہ پردہ میں نہیں بیٹھا۔ اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا۔

مال و دولت میں اسکو ہم پر کوئی ترجیح نہیں۔ رومیوں نے کہا۔ اچھا ہم تمہیں بلقاء کا ضلع اور اردن کا وہ حصہ جو تمہارا ہی زمین سے متصل ہے دیتے ہیں۔ تم یہ ملک چھوڑ کر فارس چلے جاؤ۔

حضرت معاذؓ نے انکار کیا اور آٹھ کر چلے آئے۔

اس کے بعد رومیوں نے براہ راست حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کرنی چاہی چنانچہ اس غرض سے ایک خاص قاصد آیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ زمین پر بیٹھے تھے اور ہاتھ میں تیر تھے جن کو الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ قاصد نے خیال کیا کہ سپہ سالار بڑا جاہ و حشم رکھتا ہوگا اور یہی اس کی شناخت کا ذریعہ ہوگا۔ لیکن وہ جس طرف آنکھا اٹھا کر دیکھتا تھا سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آٹھ گھبرا کر پوچھا، تمہارا سردار کون ہے؟ لوگوں نے ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ حیران رہ گیا اور تعجب سے ان سے مخاطب ہو کر بولا کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا "ہاں"!

قاصد نے کہا ہم تمہاری فوج کوئی کس دو دو اشرفیاں دیں گے، تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جناب ابو عبیدہؓ نے انکار کیا۔ قاصد برہم ہو کر اٹھا۔ آپ نے اس کے تئیں دیکھ کر فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا۔ اس روز رومی مقابلے میں نہ آئے۔ اگلے دن تنہا خالد بن ولید میدان میں گئے۔ صرف سواروں کا رسالہ ہمراہ تھا۔ رومیوں نے بھی جنگ کی تیاری کی اور فوج کے تین حصے کر کے باری باری میدان میں بھیجے۔ پہلا دستہ خالدؓ کی طرف بھاگیں اٹھائیں پلا آتا تھا کہ خالدؓ کے اشارے سے قیس بن مہیرہ نے صف سے نکل کر ان کا راستہ روکا۔ اور سخت کشت و خون ہوا۔ یہ معرکہ ابھی سرنہیں ہوا تھا کہ دوسری فوج نکلی، خالدؓ نے میسر بن مسروق کو اشارہ کیا۔ وہ اپنی رکاب کی فوج کو لے کر مقابل ہوئے تیسرا لشکر بڑے کمر و فر سے نکلا اور اس کا سپہ سالار بڑی تدبیر سے فوج کو بڑھاتا ہوا آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر وہ خود بھڑ گیا اور اپنے ایک اختر کو محفوظی سی فوج کے ساتھ خالد بن ولید کے

حضرت خالدؓ نے یہ حملہ بھی نہایت استقلال سے نبھالا۔ آخر سپہ سالار نے خود بھی حملہ کر دیا۔ اور پہلی دونوں فوجیں بھی اکریل گئیں۔

دیر تک معرکہ رہا۔ مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھ کر رومیوں نے زیادہ لڑنا بے کار سمجھا۔ اور الٹا واپس جانا چاہا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ساتھیوں کو لاکاراکہ رومی اپنا زور صرف کر چکے ہیں۔ اب ہماری باری ہے۔ اس صدا کے بعد مسلمان دفعتاً ٹوٹ پڑے اور رومیوں کو برابر دباتے پھلے گئے۔

عیسائی مدد کی انتظار میں لڑائی ٹالتے جاتے تھے۔ خالدؓ ولیدؓ کی یہ چال سمجھ گئے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ رومی ہم سے مرعوب ہو چکے ہیں۔ حملے کا یہی وقت ہے۔ چنانچہ اسی وقت نقیب فوج میں جا کر پکارائے کہ کل حملہ ہو گا۔ فوج سر سامان سے تیار رہے۔ رات کے پچھلے پر حضرت ابو عبیدہؓ بستر خواب سے اٹھے اور فوج کی ترتیب شروع کر دی۔ معاذؓ بن جبل کو مہینہ پر مقرر کیا، ہاشمؓ بن عتبہ کو مسیرہ کی انسری دی۔ پیدل فوج پر سعیدؓ بن زید کو متعین کیا اور سوار حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں دے دیئے گئے۔ فوج آراستہ ہو چکی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے اس سرے سے اس سرے تک ایک چکر لگایا۔ ایک ایک علم کے پاس کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے۔

”خدا سے مدد چاہتے ہو تو ثابت قدم رہو۔ کیونکہ خدا ثابت قدموں کے ساتھ رہتا ہے۔“

ادھر رومیوں نے جو تقریباً پچاس ہزار تھے۔ آگے پیچھے پانچ صفیں قائم کیں، جن کی ترتیب یہ تھی۔ کہ پہلی صف میں ہر سوار کے دائیں بائیں دو دو سوار۔ مہینہ اور مسیرہ پر سواروں کے سامنے کے نیچے پایہ فوجیں اور نقارہ دو نامہ بجاتے ہوئے مسلمانوں کی طرف بڑھے۔

حضرت خالدؓ چونکہ ہراول پر تھے پہلے نہیں سے مقابلہ ہوا۔ رومی قدامتوں نے

یتروں کا اس قدر منہ برسایا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ حضرت خالدؓ ادھر سے پہلوئے
کر مہینہ کی طرف جھکے کیونکہ اس میں تمام سواری تھے۔ قدا نذا نہ تھے۔ رومیوں کے
حوصلے اس قدر بڑھ گئے تھے کہ مہینہ کا رسالہ فوج سے الگ ہو کر خالدؓ پر حملہ آور
ہوا۔ خالدؓ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسالہ فوج سے
دور نکل آیا۔ بہادر خالدؓ نے موقع پا کر اس زور سے حملہ کیا کہ صفیں کی صفیں الٹا دیں
گیارہ بڑے بڑے افسران کے ہاتھ سے مارے گئے۔

ادھر قیس بن ہبیرہ نے میسرہ پر حملہ کر کے رومیوں کا دوسرا بازو بھی کمزور کر دیا۔
تاہم قلب کی فوج یترا نذا زوں کی وجہ سے محفوظ تھی۔ ہاشم بن عتبہ نے جو میسرہ کے
سردار تھے۔ علم ہلا کر کہا: خدا کی قسم جب تک اسے قلب میں پہنچ کر نہ گاڑ دوں گا پھر
کر نہ آؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے کود پڑے اور ہاتھیں سپرے کر لڑتے بھڑتے اس
قدر قریب پہنچ گئے کہ تیر و خدنگ سے گزر کر تیغ و شمشیر کی نوبت آئی۔ لڑائی کل گھنٹہ بھر
رہی۔ تمام میدان خون سے رنگین ہو گیا۔ آخر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بد
حواس ہو کر بھاگ نکلے۔ امیر لشکر اسلام ابو عبیدہؓ بن جراح نے خلیفۃ المومنین حضرت عمرؓ
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامہ فتح روانہ کیا۔ اور پوچھا کہ مفتوحین کے ساتھ کیا سلوک
کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ رعایا ذمی قرار دی جائے۔ اور زمین بدستور
زمینداروں کے قبضے میں چھوڑ دی جائے۔

اس معرکہ کے بعد ضلع اردن کے تمام شہر اور مقامات نہایت آسانی سے فتح ہو
گئے اور ہر جگہ شرائط صلح میں یہ لکھ دیا گیا کہ مفتوحین کی زمین، مکانات، گرجے اور عبادت
گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔ صرف مسجدوں کی تعمیر کے لیے کسی قدر زمین لے لی جائے گی۔
بہادران اسلام پھر آگے بڑھے اور راستے میں چھوٹے چھوٹے شہروں اور قلعوں
کے ساکنین نے خود بخود سراطاعت خم کر دیئے اور یہ پُر ہلال اور منصور لشکر اسلام سرحد

حمص میں پہنچ گیا۔ حمص والوں سے اگرچہ صلح ہو چکی تھی۔ لیکن وہ صلح میعاد ہی تھی جس کی مدت کو ایک سال گزر چکا تھا۔ اور اہل حمص سے اس بات کا فیصلہ کرنا تھا کہ آیا وہ سابقہ صلح کو بحال رکھنا چاہتے ہیں۔ یا جنگ پر آمادہ ہیں۔ لیکن حمص والوں نے اہل قنرین کی طرح اپنا سامان جنگ اور رسد و خیرہ جمع کر رکھا اور کمک کے انتظار میں یہ میعاد ہی صلح کی تھی۔ اور اتنی مدت میں حاکم حمص مرلیس نے کافی سامان حرب و رسد جمع کر لی تھی اور اسے اس بات کا یقین تھا کہ رومی دار الحکومت انطاکیہ سے شاہ ہرقل کی کمک عنقریب آنے والی ہے اسی خیال کے تحت حمص والوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی دل میں مٹھان رکھی تھی چنانچہ جب امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہؓ نے حاکم حمص کے نام اپنے رومی غلام کے ہاتھ خط بھیجا تو حاکم حمص مرلیس نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا "چونکہ صلح کی میعاد گزر چکی ہے۔ اگر تم لوگ اسی صلح پر قائم رہنا چاہتے ہو، تو سالانہ خراج ادا کرو۔ ورنہ اس خط کو اعلان جنگ سمجھو۔"

مرلیس نے اپنے مشیروں کو یہ خط سنا کر یہ رائے پیش کی کہ میرا ارادہ جنگ کرنے کا ہے۔ ہم سالانہ خراج ادا کر کے اپنے بادشاہ ہرقل کو ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔ ویسے بھی ہمارے پاس سامان حرب و رسد کا کافی ذخیرہ موجود ہے اور عنقریب شاہی لشکر ہماری امداد کو آجائے گا۔

مشیروں کو اگرچہ حاکم حمص مرلیس کی رائے سے اتفاق نہ تھا۔ تاہم انہوں نے ازراہ اطاعت اپنے افسر کے آگے تسلیم خم کر کے جنگ کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کر دی۔ اس کے بعد مرلیس نے مسلمانوں کے ایلچی سے نہایت بدکلامی کرتے ہوئے کہا "اگر تم ایلچی نہ ہوتے تو میں تمہاری زبان کھینچوا دیتا۔" یہ سنتے ہی مسلمان ایلچی فوراً واپس آ گیا۔

لیکن حضرت ابو عبیدہؓ کو یہ امید نہ تھی کہ اہل حمص اہل قنرین کی سرکوبی کا حال سننے

کے بعد بھی جنگ پر آمادہ ہوں گے۔ اس خیال سے آپؐ نے پانچ ہزار سوار دے کر
میسرہ بن مسروق کو حمص روانہ کیا۔ اور اس کے بعد پانچ ہزار سواروں کے ساتھ هزار بن
ازور کو بھیجا۔ پھر پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ عمرو بن معدی کرب کو اور باقی لشکر کو اپنے
ہمراہ لے کر حمص کی طرف بڑھے۔ اہل حمص کو جنگ کے لیے آمادہ پایا تو لڑائی کا حکم
دے دیا۔

جنگ حمص | ادھر میں بھی اپنی فوج کے ساتھ بہادران اسلام سے لڑنے کے لیے
میدان میں نکل آیا۔ سب سے پہلے حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے لشکر کی اگلی
صف کو دشمنوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن رومیوں نے بھی یوں ہی کی طرح
حکم کر مقلد کیا۔

جب اور مسلمانوں نے بھی مل کر رومیوں پر ایک زبردست حملہ کیا تو قلعہ خالوں نے
بہادران اسلام پر تیرا در پتھر برسانے شروع کر دیے۔ جس سے کئی مسلمانوں نے جہاں شہادت
پی لیا۔ اور ساتھ ہی کچھ مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت خالد بن ولیدؓ نے
اپنی قومی فوج بنی مخزوم کے ساتھ لشکر سے نکل کر اہل حمص کے قلب پر جیسے ہی حملہ کیا
تو اسی وقت دوسری طرف سے میسرہ بن مسروق اپنی قوم بنی عیس کو لے کر دشمنوں
پر پل پڑے اور گھسان کارن چھڑ گیا۔ بہادران اسلام خالد بھی لڑتے لڑتے رومیوں کی صفوں
کو درہم برہم کر کے دشمنوں میں گھس گئے دیکھتے ہی دیکھتے بنی مخزوم سپاہی بھی
دشمنوں کو تہ تیغ کرتے خالد بن ولید تک پہنچ گئے اور ہزاروں رومیوں کو موت کے گھاٹ
اتار دیا۔ دوسری طرف سے میسرہ بن مسروق اور مرتال بن ہاشم نے رومیوں کے
مہمہ پر آفت برپا کر دی۔ قیس بن ہیرہ بھی بلائے ناگہانی کی طرح دشمنوں پر ٹوٹے ہوئے
ہوئے۔ اس وقت عکرمہ بن ابوجہل بھی بڑی شجاعت سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے سینکڑوں
رومیوں کو آناً فاناً میں تہ تیغ کر دیا۔ وہ دشمنوں میں گھس کر جس طرف تلوار چلاتے رومی

سپاہیوں کے سرکاٹ کر رکھ دیئے۔ آخر کار اسی لڑائی میں سینکڑوں جنگجو رومیوں کو قتل کر ڈالا۔

عصر کے وقت وہ رومی لشکر جو بہادران اسلام کی تلواروں سے بچ گئے تھے۔ میدان جنگ سے بھاگ کر قلعہ میں داخل ہو گئے تو جانثاران اسلام اپنے لشکرگاہ میں واپس آ گئے اس خون ریز لڑائی میں بہت سے مسلمان بہادروں نے جہاں شہادت نوش کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے بھی جانثاران اسلام کی موت پر افسوس کرتے ہوئے کہا: "اس لڑائی میں جس قدر مسلمان شہید ہوئے۔ کسی اور میں نہیں ہوئے" اس پر خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ واقعی اہل حمص بہ نسبت دشمنوں کے زیادہ جنگجو اور بہادر ہیں۔ اگر ہم قلعہ کے نیچے اس طرح لڑتے رہیں گے تو ہماری کامیابی ممکن نہیں کیونکہ قلعہ کی آڑ اور قلعہ والوں کی امداد ان کے میدان جنگ کے بیروں آؤں کی تقویت کا باعث ہے۔ البتہ اگر ہم دشمنوں کو قلعہ سے دور لاکر ان سے مقابلہ کریں تو پھر ہمارے بہادران سے اچھی طرح نمٹ سکتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اس تجویز کو مستنا تو کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر ہم پیچھے ہٹ آئیں تو دشمن قلعہ سے باہر نکلے گا ہی نہیں اور پھر ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے۔ اس پر خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ ہم یہی بات اس پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے زعم میں ہمیں عاجز سمجھے۔ پھر جیسے اہل قرین قلعہ سے باہر نکل آئے تھے۔ اسی طرح حمص کی تدو بند فوجیں اپنے گھمنڈ میں ہمارا تعاقب کریں گی اور ہم یک لخت ان کے سامنے ہو کر انہیں گھیر لیں گے کہ وہ قلعہ تک پہنچنے نہ پائیں۔ ہاں اب اس کی ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت عورتیں اور دیگر سامان بار برداری مع پیادہ فوج آپ روانہ کر دیں۔ اور یہ لوگ یہاں سے کچھ دور جا کر رک جائیں۔ اس وقت ہمارے سب سوار بھی یہاں رہ جائیں۔ صبح کو بجائے میدان جنگ میں جانے کے ہم میں سے کچھ کچھ سوار واپس

ہونا شروع ہوں۔ مگر اپنے خیمے اور معمولی سامان بلکہ زائد اونٹ اور بیمار گھوڑے بھی اس جگہ رہنے دیں۔ جب ہم نیکاروائی کر لیں گے تو اہل حص ضروری خیال کریں گے کہ بھاگنا چاہتے ہیں اور وہ یقیناً ہمارا سامان وغیرہ لوٹنے اور تعاقب کرنے کے لیے قلعہ سے نکلیں گے۔ لیکن ہم لوگ کچھ فاصلے پر پہنچ کر اپنی رفتار سست کر لیں گے۔ تاکہ ایک جگہ پر فوراً اکٹھے ہو جائیں۔ وہاں یک لخت پلٹ کر ان کے مقابل ہو جائیں گے۔ اور ایک ہی حملہ سے دشمنوں کو پا مال کر دیں گے۔

العرض حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے خالد بن ولید کی تجویز پر عمل شروع کر دیا۔ صبح کو مرہیں حب اپنا لشکر لے کر قلعہ سے باہر نکلا تو مسلمانوں نے بھی دکھانے کے طور پر اپنی صفیں درست کیں۔ لیکن کسی نے آگے بڑھنے کی بظاہر جرات نہ کی۔ بلکہ اپنے گھوڑوں کا منہ میدان جنگ سے پھیر کر پیچھے کو بھاگے۔ مرہیں نے سمجھا کہ مسلمان عاجز ہو کر بھاگ نکلے ہیں۔ تعاقب کے زعم میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ اتنی دیر میں بہادران اسلام اپنے لشکر گاہ سے بہت دور نکل آئے تھے۔ مرہیں نے جب اسلامی لشکر کا۔ میں سامان وغیرہ کو بے ترتیب پڑا پایا تو اسے پورا یقین ہو گیا کہ مسلمان بھاگ نکلے ہیں۔ اس لیے مرہیں نے کچھ اپنے سپاہیوں کو سامان وغیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے وہیں چھوڑ دیا اور باقی لشکر کو لے کر مسلمانوں کا تعاقب کرنے لگا۔

حسب تجویز بہادران اسلام نے کچھ دور جا کر اپنی رفتار کم کر دی تھی۔ جب انہوں نے دشمنوں کو قلعہ سے کافی دور آتے بھانپ لیا تو ایک دم تمام جان نثاریا سلام مجتمع ہو کر دشمنوں پر لوٹ پڑے اور ایک ایک بہادر نے بیسوں رومیوں کو قتل کیا۔ حضرت سعید بن زید نے ایک ہی دار میں مرہیں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تقریباً سات حصے رومی لشکر تباہ ہو گیا۔ باقی ماندہ لشکر کے ایک حصے کے سپاہی جان بچا کر قلعہ کی طرف بھاگے راستہ میں جو رومی لشکر بچا ہوا تھا اس پر سامان بٹورنے پر مامور تھے وہ بھی اپنے رومی سپاہیوں

نودیکھ کر سب سامان وغیرہ اسی طرح چھوڑ کر دھوا کر بھاگ نکلے۔ اتنے میں تمام بہادران اسلام اپنے لشکرگاہ میں پہنچ گئے اور آنا فانا میں آگے بڑھ کر قلعہ حمص پر قبضہ کر لیا۔

ایلیان حمص میں سے تمام معزز لوگ امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امان مانگی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگرچہ اس بڑائی میں ہمارے بہت سے جان نثار اسلام شہید ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارے مذہب نے ہمیں رحم اور انصاف کی تعلیم دی ہے۔ اس لیے ہم لوگ اہالیان حمص کو امان دیتے ہیں اور جب تک تم سالانہ خراج ادا کرتے رہو گے۔ تمہارے جان و مال محفوظ رہیں گے۔ اہل حمص مسلمانوں کے اس رحم و انصاف سے نہایت خوش ہوئے اور انہوں نے چند ہی دنوں میں سالانہ رقم خراج فراہم کر کے امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہؓ کو پیش کر دی۔

آپ نے رقم خراج اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ ذریعہ خلافت اسلامیہ میں روانہ کر کے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عظیم فتح کی اطلاع دی۔ یہاں سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے لازقہ کا رخ کیا۔ یہ شہر ایک نہایت قدیم شہر تھا۔ فینیشین عہد میں اس کو اماٹا کہتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہاں سے کچھ فاصلہ پر قیام کیا اور اسی کی منصوبی اور استواری دیکھ کر ایک نئی تدبیر اختیار کی۔ یعنی میدان میں بہت سے غار کھدوائے۔ یہ غار اس تدبیر اور احتیاط سے تیار کیے گئے کہ دشمنوں کو کالوں کا بخبر نہ ہونے دی۔ اور ایک دن فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ اور محاصرہ چھوڑ کر حمص کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر والوں نے جو مدت سے قلعہ بندی سے تنگ آچکے تھے اور ان کا کاروبار بند تھا۔ اس کو تاہب غیبی خیال کیا۔ اور شہر سپاہ کا دروازہ کھول کر کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان اسی رات کو واپس آکر غاروں میں چھپ گئے تھے۔ صبح کے وقت کمین کا ہوں سے نکل کر

دفعتاً حملہ کیا اور دم کے دم میں شہر فتح ہو گیا

حمص کی فتح کے بعد امیر لشکر اسلام حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے خاص ہرقل کے پایہ تخت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور کچھ فوجیں اس طرف روانہ بھی کر دیں لیکن دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ اس سال اور آگے بڑھنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق فوجیں واپس بلا لی گئیں۔ اور بڑے بڑے شہروں میں انسر اور نائب انسر بھیج دیئے گئے۔ کہ وہاں کسی طرح کی ابتری نہ ہونے پائے۔ حضرت خالد بن ولید کو ایک ہزار فوج کے ساتھ دمشق بھیج دیا گیا۔ حضرت عمر بن العاص نے اردن میں قیام کیا اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حمص میں بٹھ گئے۔

رومی فوجوں کا انطاکیہ میں اجتماع | رومی جو شکست کھا کھا کر دمشق و حمص وغیرہ سے نکلے تھے۔ انطاکیہ پہنچے۔ ہرقل سے فریاد

کی کہ عرب نے تمام شام کو پا مال کر دیا ہے۔ ہرقل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں بلایا اور کہا کہ عرب تم سے زور میں جمعیت میں۔ سروسامان میں کم ہیں۔ پھر ان کے مقابلے میں کیوں نہیں بٹھ سکتے۔ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکالیے اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن ایک تجربہ کار بوڑھے نے عرض کی کہ عرب کے مذاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ہمارا یہ ہے کہ شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے اور مل پر ظلم کرتے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے اور جو کام ہوتا ہے مہلت اور استقلال سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

قیصر در حقیقت شاک کے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن ہر شہر اور ضلعوں سے عیسائی جوق در جوق فریادیں لے کر چلے آ رہے تھے۔ قیصر کو سخت عینیت آئی اور نہایت جوش

کے ساتھ آمادہ ہوا کہ شہنشاہی کا پورا زور و عرب کے مقابلے میں صرف کر دیا جائے۔

روم قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیہ ہر جگہ احکام بھیج دیئے گئے کہ تمام فوجیں پایہ تخت انطاکیہ میں ایک مقرر مدت تک حاضر ہو جائیں۔ تمام اضلاع کے افسروں کو بھی لکھ بھیجا کہ ہر قدر آدمی جہاں سے مہیا ہو سکیں روانہ کیے جائیں۔ گویا عام لام بندی کا حکم دے دیا۔ ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا طوفان اٹھ آیا۔ انطاکیہ کے چاروں طرف جہاں تک نظر جاتا تھی فوجوں کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جو مقامات فتح کر چکے تھے، وہاں کے اُمراء اور رؤساء ان کے عدل و انصاف کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود دشمنی مذہب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے اور اس ذریعے سے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو تمام واقعات کی اطلاع ہوتی۔

امیر لشکر اسلام نے جان نثاران اسلام سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے قیس پیشہ وغیرہ نے یہ رائے دی کہ ہم نے بڑی جانفشانی سے شام کو فتح کیا ہے اس لیے یہاں کی چپہ بھر زمین نہ دیں گے۔ دشمن فوج اگرچہ لکھو کھا نہ روڑاؤں کی تعداد میں ہے لیکن ہمیں خدا پر بھروسہ ہے۔ جس نے آج تک ہم کو فتح باب کیا ہے۔ اسی طرح اس میں میں بھی اللہ تعالیٰ ہم کامیاب ہوں گے۔

عام حاضرین نے یہ رائے دی کہ جمہور میں ہی مٹھڑ کر انداز فوج کا انتظار کیا جتنا بچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ بیت المقدس پر چڑھائی سے پہلے اسی جگہ ہر قل کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اگرچہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت تھے۔ لیکن اپنی جنگی قابلیت اور العزم شجاعت کے باعث جان نثاران اسلام میں ایک قابل احترام فرد تھے، جن کی رائے لینا ضروری تھا۔ اس لیے حضرت ابو عبیدہؓ نے جب خالدؓ کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کو کہا تو آپ بولے "میری رائے میں مٹھڑ کر دینا"

سے مقابلہ کرنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ایک تو دشمنوں کی تعداد ہم سے دس گنا زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ میدان کھلی لڑائی کے لیے تنگ ہے۔ ہمیں اس قدر میدان چاہیے جہاں ہماری فوج بکھر کر دشمنوں کی لکھو کھا فوج سے لڑ سکے۔ تیسرے، اگر یہاں ہم لوگ دشمن کے مقابل ہو گئے اور لڑائی نے طول کھینچا تو بہت ممکن ہے کہ بیت المقدس سے رومی افواج ہمیں پیچھے سے گھیر لیں۔ اس وقت ہم دشمن کے نزعہ میں پھنس جائیں گے۔ نہ تو ہم نکل سکتے ہیں اور نہ مدینہ منورہ طیبہ سے یہاں تک پہنچ سکتی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ آپ اس مقام سے کوچ کر کے وادی یرموک میں بکھر کر دشمن کا انتظار کریں اس سے یہ فائدہ ہو گا۔ ایک تو وہ میدان فراخ ہے۔ جہاں ہم ہر طرح سے دشمنوں کو پامال کر سکتے ہیں۔ اور دوسرے دار الخلافہ مدینہ منورہ تک راستہ صاف رہے گا تاکہ وقت پر ہماری مدد کے لیے اسلامی فوج کے آنے میں آسانی ہو۔

حضرت خالد بن ولید کی یہ مدبرانہ رائے ایسی نہ تھی کہ جو اسے سنا اور وہ اس پر صاف نہ کہتا۔ حتیٰ کہ تمام سردار لشکر کے ساتھ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے بھی اس رائے کو پسند نہ فرما کر لشکر اسلام کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔

یرموک اطراف شام میں ایک وادی دناہ ہے جو بصری کے قریب واقع ہے۔ جس کا پانی بحیرہ طبریہ میں گرتا ہے۔ اسی ندی کے کنارے پہنچ کر لشکر اسلام نے اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن ولید نے اس میدان کے تمام محفوظ مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک کھلا میدان دشمن کی افواج کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا "میرا خیال ہے کہ شام کے جن شہروں کو فتح کر کے ہم نے اپنے فوجی دستے حفاظت کے لیے وہاں چھوڑے ہیں۔ ان کو بھی بہت جلدی سیاں بلا لینا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے چھوٹے چھوٹے دستے رومی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب رہا شہروں کا قبضہ۔ اگر ہم نے دشمن

پر فتح پالی تو تمام شہر ہمارے قبضہ میں پھر بھی آسکتے ہیں۔“

اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے یرموک پہنچتے ہی تمام محاذ دستوں کے نام اس مضمون کے خط لکھتے کہ وہ سب یرموک میں پہنچ جائیں۔ حضرت عمرؓ ابن العاص بھی یہاں آکر مل گئے۔

فوجِ شام میں جنگِ یرموک اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔
جنگِ یرموک جس پر تمام دنیا حیران ہے مسلمانوں کی شجاعت اور اسلام کی صداقت کا

سکہ بالخصوص رومیوں کے دل پر جنگِ یرموک نے ہی بٹھایا اور یہی وہ معرکہ ہے جس کے باعث مقتصد مورخین کے قلم لرز اٹھے ہیں۔ اور انہوں نے بے خود ہو کر یہ لکھ دیا۔

”مسلمانوں کی جسارت قابلِ تعریف ہے جنہوں نے اپنی فوج کے مقابل دس گنا پر فقط جنگِ یرموک میں فتح حاصل کی، بلکہ رومیوں کی تمام اہمیتیں لپیٹ کر دیں۔“

الغرض رومی فوجیں بھی یرموک کے مقابل دیر الجبل میں اتر گئیں۔ ادھر مسلمان بھی کی تیاریوں میں لگے تھے۔ معاذ بن جبل کو جو بڑے رتبے کے صحابی تھے میمنہ پر مقرر

کیا۔ قنات بن اشیم کو میسرہ اور ہاشم بن عتبہ کو پیدل فوج افسری دی۔ جناب خدا نے اپنے رکاب کی فوج کے چار حصے کیے۔ ایک کو اپنی رکاب میں رکھا۔ باقی پر قیس بن

میسرہ بن مسروق، عمر بن الطفیل کو مقرر کیا، یہ تینوں بہادر تمام عرب میں انتخاب تھے اور فارس العرب کہلاتے تھے۔

رومی بھی بڑے سرداران سے نکلے تھے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مگر مورخ نے دس لاکھ کا لشکر لکھا ہے اور کسی نے پانچ لاکھ۔ مگر ابن اثیر نے رومی لشکر کی

دو ہزار چالیس لاکھ لکھی اور سیّد امیر علی نے اس کی تقلید کی ہے اس کے بالمقابل مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار لکھی ہے۔

بہر صورت رومی بڑے کردار کے ساتھ آئے۔ ان کی چوبیس صفیں تھیں۔ جن کے آگے آگے ان کے مذہبی پیشوا ہاتھوں میں صلیبیں لیے جوش دلاتے جاتے تھے اور ان کے

دشمنوں کا یہ عالم تھا کہ فوج جس راہ سے گزرتی تھی۔ راہب اور خائفانہ نشین جنہوں نے کبھی
خلوت سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ نکل نکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے تھے۔
جب فوجیں بالکل مقابل آگئیں تو ایک بطریق صف چیر کر نکلا اور کہا میں تنہا لڑنا
چاہتا ہوں۔

میسرہ بن مسروق نے گھوڑا بڑھایا۔ مگر نہایت تنومند اور جوان تھا۔ خالدؓ نے رد کیا۔
اور قیس بن مہیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے بڑھے۔

سَائِلُ لَيْسَاءٍ الْحَيِّ فِي حَيَايَهَا أَلَسْتُ يَوْمَ الْحَرْبِ مِنَ الْبَطَالِيهَا

اوپر وہ نشین عورتوں سے پوچھو کیا میں لڑائی کے دن بہادر رں کے کام نہیں کرتا

قیس اس طرح جھپٹے کہ بطریق ہتھیار بھی نہیں پایا تھا۔ کہ ان کا وار چل گیا۔ تلوار سر پر
پڑی اور خود کو کاٹی ہوئی گردن تک اتر آئی۔ بطریق ڈگمگا کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھی
مسلمانوں نے لغو تکبیر بلند کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ شگون اچھا ہے اور اب خدا نے چاہا تو
عیسائیوں نے خالدؓ کے ہمراہ افسروں کے مقابلہ میں جدا جدا فوجیں متعین کی تھیں۔ لیکن سب
شکست کھائی۔ اس روز سپین تک نوبت پہنچ کر لڑائی ملتوی ہو گئی۔

دوسرے دن رومیوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس قاصد بھیجا کہ کسی معزز افسر کو ہمارے
پاس روانہ کر دو۔ ہم اسے صلح کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کو منتخب کیا۔ قاصد جو پیغام لایا تھا۔ اس کا نام خارج تھا۔
جس وقت وہ یہاں پہنچا شاہ ہو چکی تھی۔ درادیر کے بعد نماز مغرب شروع ہوئی مسلمان جس
ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے اور جس محویت، سکون، وقار، ادب و خضوع
سے انہوں نے نماز ادا کی۔ قاصد نہایت حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ یہاں تک
کہ نماز ختم ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہؓ سے چند سوالات کیے۔ جن میں ایک یہ بھی تھا کہ تم
عیسیٰ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو؟

حضرت ابو عبیدہؓ نے قرآن کی یہ آیات پڑھیں۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ
وَلَا تَقْوُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ
إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا
إِلَى مَرْيَمَ ۖ إِنَّ يَسْتَنكِفَ
الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا
لِللَّهِ وَلَا الْمَلُوكُ
الْمُقَرَّبُونَ ۝

(سُورَةُ نِسَاءِ)

نہ مقرب فرشتے (عار رکھتے ہیں)

مترجم نے ان الفاظ کا ترجمہ کیا تو جارج بے اختیار پکارا مٹھا۔ بے شک عیسیٰؑ کے صحیح اوصاف ہیں اور بے شک تمہارا پیغمبر مسیح ہے یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس نہ جانا چاہتا تھا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے اس خیال سے کہ رومیوں کو بد عہدی کا گمان نہ ہو۔ اسے مجبور کیا اور کہا کہ کل یہاں سے جو سیفر جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا۔

دوسرے دن حضرت خالدؓ رومیوں کی لشکر گاہ میں گئے۔ رومیوں نے اپنی شوکت دکھانے کے لیے پہلے سے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ راستے کے دونوں جانب دو ترک سوار کی صفیں قائم کی تھیں جو سرے سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے۔ لیکن خالدؓ اس بے پرواہی اور تحقیر کی نگاہ سے ان پر نظر ڈالتے جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں کے ریوڑ کو چیرتا ہوا جاتا ہے۔

یا ہاں کے خیمے کے پاس پہنچے تو اس نے نہایت احترام سے استقبال کیا اور اپنے

برابر بٹایا مترجم کے ذریعے گفتگو شروع ہوئی۔ یاہان نے معمولی بات چیت کے بعد تقریر شروع کی۔ حضرت علیؑ کی تعریف کے بعد قیصر کا نام لیا۔ اور فخر سے کہا، ہمارا بادشاہ تمام بادشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ ترجمان ابھی ترجمہ بھی نہ کرنے پایا تھا کہ حضرت خالدؓ نے یاہان کو روک کر کہا۔ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ہم نے جس کو سردار بنا رکھا ہے اسے ایک لمحہ کے لیے اگر بادشاہ کا خیال آئے تو ہم فوراً اس کو معزول کر دیں۔ یاہان پھر تقریر کرنے لگا۔ اور اپنے جاہ و دولت کا فخر بیان کر کے کہا۔ اہل عرب! تمہاری قوم کے جو لوگ ہمارے ملک میں آکر آباد ہوئے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا۔ ہمارا خیال تھا کہ ان مراعات کا تمام عرب ممنون ہوگا۔ لیکن خلاف توقع تم ہمارے ملک پر چڑھ آئے اور چاہتے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ بہت سی قوموں نے بارہا ایسے ارادے کیے لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب تم کو کہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ کوئی قوم جاہل نہیں اور وحشیانہ سرد سامان نہیں۔ یہ حوصلہ ہوا ہے۔ ہم اس پر بھی درگزر کرتے ہیں۔ بلکہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو انعام کے طور پر پہلے سالار کو دس ہزار دینار اور افسروں کو ہزار ہزار اور عام سپاہیوں کو سو سو دینار دلائے جائیں گے۔

یاہان اپنی تقریر ختم کر چکا تو حضرت خالدؓ اٹھے اور حمد و ثناء کے بعد کہا۔ تم بلاشبہ دولت مند ہو۔ مالدار ہو، صاحب حکومت ہو، تم نے اپنے ہمسایہ عربوں کے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ بھی ہمیں معلوم ہے۔ لیکن یہ تمہارا کچھ احسان نہ تھا۔ بلکہ اشاعت مذہب کی ایک تدبیر تھی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ عیسائی ہو گئے اور آج وہ خود ہمارے مقابلے میں تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے لڑتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہم نہایت محتاج لشکر دست اور خانہ بدوش تھے۔ ہمارے ظلم و جہالت کا یہ حال تھا کہ قومی کمزور کو پیس ڈالتا تھا۔ قبائل آپس میں لڑ لڑ کر برباد ہوتے جاتے تھے۔ بہت سے خدا بنا رکھے تھے اور ان کو پوجتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے بت تراشتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن خدا نے ہم پر رحم کیا۔ اور ایک پیغمبر بھیجا۔ جو خود ہماری قوم سے تھا۔ اور ہم میں

سب سے زیادہ شریف، زیادہ فیاض، زیادہ پاک و ختم تھا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی۔ اور بتا دیا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اور اولاد نہیں رکھتا۔ وہ بالکل یکتا اور یگانہ ہے۔ اس نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ان عقائد کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جس نے ان کو مانا وہ مسلمان ہے اور ہمارا بھائی ہے اور جس نے نہ مانا، لیکن جزیہ دینا قبول کیا۔ اس کے ہم حامی اور محافظ ہیں اس کو دونوں باتوں سے انکار ہو اس کے لیے تلوار ہے۔“

یہاں نے جزیہ کا نام لے کر تو ٹھنڈی سانس بھری اور اپنے لشکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ”یہ مگر بھی جزیہ نہ دیں گے۔ ہم جزیہ نہیں دیتے ہیں۔“

غرض کوئی معاملہ طے نہیں ہوا۔ اور حضرت خالدؓ اٹھ کر چلے آئے۔ اور اب لڑائی کی تیاریاں شروع ہونے لگیں۔

صبح ہوئی تو رومی اس جوش اور سرد سامانی سے نکلے کہ مسلمانوں کو بھی حیرت ہوئی حضرت خالدؓ نے بھی یہ دیکھ کر نئے طریقے سے فوج آرائی کی۔ فوج جو تیس سو تیس ہزار تھی۔ اس کے چھتیس حصے کیے اور آگے پیچھے نہایت ترتیب سے اس قدر صفیں قائم کیں کہ قلب فوج حضرت ابو عبیدہؓ کو دیا۔ مہینہ پر عمرو بن العاص اور شرجیلؓ مامور ہوئے۔ میسرہ نیزید بن ابی سفیان کی کمان میں تھا۔ ان کے علاوہ ہر صف پر الگ الگ جو افسر متعین کیے آپ نے چن کر ان لوگوں کو لیا جو بہادری اور فنون جنگ میں شہرت عام رکھتے تھے۔ خطباء جو اپنے زور کلام سے لوگوں میں ہل چل ڈال دیتے تھے۔ اس خدمت پر مامور ہوئے کہ پُر جوش تقریریں سے فوج میں جوش پیدا کر دیں۔ انہیں میں ابوسفیانؓ بھی تھے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے پھرتے تھے کہ ”یارو! نگاہیں نیچی رکھو برہمیاں تان لو۔ اپنی جگہ جمے رہو۔ پھر جب دشمن حملہ آور ہو تو آنے دو۔ یہاں تک کہ جب برہمیاں کی نوک پر آجائیں تو شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑو۔“

حضرت مقدادؓ جو نہایت خوش الحان تھے۔ فوج کے آگے آگے سورۃ انفال جس میں جہاد کی ترغیب ہے تلاوت کرتے جاتے تھے۔

اوصہرومیوں کے جوش کا بھی یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن رکھی تھیں تاکہ پیچھے ہٹنے کا خیال تک نہ آ سکے۔ جنگ کی ابتداء رومیوں کی طرف سے ہوئی اور دو لاکھ کا ٹڈی دل ایک سا ہتھ بڑھا۔ ہزاروں پادری اور بکشیاں ہاتھوں میں صلیب لیے آگے بڑھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جے پکارتے آتے تھے۔

غرض عیسائیوں نے نہایت زور و شور سے حملہ کیا اور تیروں کا منہ برساتے بڑھے مسلمان دیر تک ثابت قدم رہے۔ لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا سینہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہو گیا۔ اور نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا اور حرم کے خیمہ گاہ تک آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر معاذ بن جبل جو سینہ کے ایک حصے کے سپہ سالار تھے۔ گھوڑے سے کود پڑے۔ اور کہا کہ میں پیدل لڑتا ہوں۔ لیکن کوئی بہادر اس گھوڑے کا حتیٰ ادا کرے تو گھوڑا حاضر ہے۔“

ان کے بیٹے نے کہا ”ہاں یہ حق میں ادا کروں گا۔ کیونکہ میں سوار اچھا لڑ سکتا ہوں۔“ غرض دونوں باپ بیٹے فوج میں گھس گئے اور اس دلیری سے جنگ کی کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔ ساتھ ہی حجاج جو قبیلہ زبیدہ کے سردار تھے۔ پانچ سو آدمی لے کر بڑھے۔ اور عیسائیوں کا جو مسلمانوں کا تعاقب کرتے چلے آتے تھے آگ روک لیا۔ سینہ میں قبیلہ از و شروع حملہ سے ثابت قدم رہا تھا۔ عیسائیوں نے سارا زور ان پر ڈال دیا۔ لیکن وہ پاڑ کی طرح جے رہے۔

جنگ کی شدت تھی کہ فوج میں ہر طرف سرا ہاتھ اور بازو کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے۔ لیکن ان کے پائے ثبات کو بغزش نہیں ہوتی تھی۔ جناب عمرو بن الطفیل جو قبیلہ کے سردار تھے۔ تلوار چلاتے جاتے تھے اور لکارتے جاتے تھے کہ از وید! دیکھنا مسلمانوں پر تمہاری

وجہ سے داغ نہ آنے پائے۔ تو بڑے بڑے بہادران کے ہاتھ سے مارے گئے اور آخر خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو پیچھے لگا رکھا تھا۔ وہ وقتاً نصف پیر کر نکلے اور اس دور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں اتر ہو گئیں۔ حضرت عکرمہؓ جو ابو جہل کے فرزند تھے۔ انہوں نے فوج کی طرف دیکھا اور کہا: "مرنے پر کون بیعت کرتا ہے؟" چار مجاہدوں نے جن میں جناب صرار بن ازور بھی تھے مرنے پر بیعت کی۔ اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ قریباً سب کے سب اسلام پر قربان ہو گئے۔ حضرت عکرمہؓ کی لاش مقتولوں کے ڈھیر میں ملی، کچھ کچھ دم باقی تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے زانوں پر ان کا سر رکھا اور گلی میں پانی ٹپکایا۔ اور بے گناہ کاش خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ میرے شجاع بھائی عکرمہؓ کو دشمنوں سے لڑتے دیکھتے۔"

حضرت عکرمہؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے۔ لیکن رومیوں کے ہزاروں آدمی برباد کر گئے۔ حضرت خالدؓ کے حملوں نے اور بھی ان کی کمر توڑ دی۔ یہاں تک کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور خالدؓ ان کو دباتے دباتے سپہ سالار اور سناٹا تک پہنچ گئے۔ سپہ سالار اور رومی افسروں نے آنکھوں پر زوال ڈال لیے کہ اگر یہ آنکھیں فتح کی صورت نہ دیکھ سکیں تو شکست بھی نہ دیکھیں۔

پھر رومیوں نے زبردست ہلہ بولا، تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ رومی جاکو کا پیچھا کرتے ہوئے تھیں وہاں پہنچ گئے۔ عورتیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار کل پڑیں۔ اور ان کی پاسردی نے عیسائیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

فوج اگرچہ اتر ہو گئی تھی۔ لیکن افسروں میں قبات بن اشیم، سعید بن زیدؓ، یزیدؓ بن ابی سفیان، عمرو بن العاص، شرجیل بن الحسینہ واد شجاعت دے رہے تھے۔ قبات کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے جاتے تھے مگر حوصلہ نہ ہارتے تھے۔

نیزہ لوٹ کر گرتا تو کہتے کوئی ہے جو اس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے اقرار کیا ہے کہ میدان جنگ سے ہٹے گا تو سر کرے گا۔ لوگ فوراً تلوار یا نیزہ ان کے ہاتھ دے دیتے تو وہ پھر شیر کی طرح دشمن پر چھیٹ کر جا پڑتے۔ حضرت سعید بن زید نے دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کے مقدمہ کو مار گرایا۔ نیزہ یزید بن ابی سفیان و حضرت معاویہ کے بھائی) بھی بڑی ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے باپ ابوسفیان جو فوجوں کو جوش دلاتے پھرتے تھے ان کی طرف آنکے۔ بیٹے کو دیکھ کر کہا "جان پدر اس وقت میدان میں ایک ایک سپاہی شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ تو سپہ سالار ہے اور سپاہیوں کی نسبت تجھ پر شجاعت کا زیادہ حق ہے۔ تیری فوج میں سے ایک سپاہی بھی اس میدان میں تجھ سے بازی لے گیا اور تیرے لیے شرم کی بات ہے" جناب شرجیلؓ کا یہ حال تھا کہ رومیوں کا چاروں طرف نزعہ تھا اور یہ بیچ میں پہاڑ کی طرح ڈٹے کھڑے تھے۔ قرآن کی یہ آیت "ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة. يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون" پڑھتے تھے۔ اور نعرہ مارتے تھے۔ کہ خدا کے ساتھ سودا کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں۔ یہ آواز جس کے کان میں پڑتی۔ بے اختیار دشمن پر لڑ لڑ پڑتا۔ یہاں تک کہ اکھڑی ہوئی فوج پھر سنبھل گئی۔ اور شرجیلؓ نے انہیں لے کر اس بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو لڑے پڑتے تھے۔ بڑھنے سے رک گئے۔

لڑائی کے دنوں سپہاب برابر تھے۔ بلکہ غلبہ کا پہلہ رومیوں کی طرف تھا۔ دفعۃً فتح یرموک قیس بن ہبیرہ جن کو خالدؓ نے فوج کا ایک حصہ دے کر میرہ کی پشت پر تعین کر دیا تھا عقب سے نکلے اور اس طرح لڑے کہ رومی سرداروں نے بہت سنبھالا مگر فوج رک نہ سکی۔ دشمن کی فوج تتر بتر ہو گئیں اور گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب سے نکل کر حملہ کیا تو رومی دو تک ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ میدان کے سرے پر جو نالہ تھا۔ اس کے کنارے تک آگئے۔ مقوڑ ہی ہمدرد میں جا نثار ان اسلام نے ان کی

ان کی لاشوں سے نالہ بھر دیا اور میدان خالی ہو گیا۔

الغرض یہ جنگ یرموک اسلام اور کفر کا زبردست معرکہ تھا اور رومیوں کو اپنے وقار کا ڈوبتا ہوا سورج صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اسی لیے تو انہوں نے اپنی ساری کی ساری طاقت اس جنگ میں جھونک دی۔ بلاشبہ مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ جن میں ضرار بن ازور، ہشام بن العاصی ایان۔ حضرت عکرمہ بن ابوجہل اور سعید تھے۔ مگر بہادران اسلام نے اسلام کی شان بلند کر کے رومیوں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ جو مسلمانوں سے دشمن گنا زیادہ تھے۔

قصر انطاکیہ میں تھا کہ شکست کی خبر پہنچی۔ اسی وقت اس نے قسطنطنیہ کی تیاری کی۔ اور چلتے وقت شام کی طرف رخ کر کے بولا: "الوداع اے شام!"

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے حضرت عمر فاروقؓ کو نامہ فتح لکھا اور روانہ کر دیا۔ امیر المومنین یرموک کی خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہیں تھے۔ فتح کی خبر پہنچی تو دفعتاً سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر ادا کیا اور تمام مسلمانوں کو اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں انعام اور عطیات دیئے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس کے بعد حص روانہ ہوئے اور حضرت خالد بن ولید کو قنسرین بھیج دیا۔ شہر والوں نے اول مقابلہ کیا۔ لیکن پھر قلعہ بند ہو کر حزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ یہاں عرب کے قبائل میں سے قبیلہ تنوخ مدت سے آباد تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ہم قومی اتحاد سے انہیں اسلام کی ترغیب دی چنانچہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ صرف بنو سلیح کا خاندان عیسائیت پر قائم رہا۔ اور چند روز بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ قبیلہ طے کے لوگوں نے بھی خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ قنسرین کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حلب کا رخ کیا۔ شہر سے باہر میدان میں عرب کے بہت سے قبائل آباد تھے۔ انہوں نے حزیہ پر صلح کر لی۔ اور بھٹوڑے دونوں بعد وہ سب مسلمان ہو گئے۔

حلب والوں نے ابو عبیدہؓ کی آمد کی خبر سنی تو قلعہ میں پناہ لے لی۔ عیاض بن غنم جو
مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ شہر کا محاصرہ کیا اور چند روز بعد اور مفتوحہ شہروں کی طرح
ان شرائط پر صلح ہو گئی۔ کہ عیسائیوں نے جزیرہ دنیا منظور کیا۔ ان کی جان و مال شہر
پناہ مکانات قلعے اور گرجوں کی حفاظت کا معاہدہ لکھ دیا گیا۔ پھر انطاکیہ آئے۔ چونکہ
یہ قیصر کا دار السلطنت تھا۔ بہت سے رومیوں اور عیسائیوں نے یہاں آکر پناہ لی تھی۔ حضرت
ابو عبیدہؓ نے ہر طرف سے شہر کا محاصرہ کیا۔ چند روز بعد عیسائیوں نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔
ان صدر مقامات کے فتح ہونے سے شام مرعوب ہو گیا۔ انطاکیہ کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ
نے چاروں طرف فوجیں پھیلا دیں۔ بوقا۔ حرمہ۔ سرین۔ توزی۔ قورس۔ تل غراز۔ ولوک
رعبان بہ آسانی فتح ہو گئے۔ اور زمین پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔

اسی طرح بالس اور قاصرین بھی ایک ہلہ میں فتح ہو گئے۔ انطاکیہ کے مضافات میں
میں بغراس ایک مقام تھا۔ جہاں سے ایشائے کوچک کی سرحد ملتی تھی۔ یہاں کے عرب
قبائل غسان۔ تنوخ۔ ایاد۔ رومیوں کے ساتھ ہر قل کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہے
تھے۔ حبیب بن مسلمہ نے ان پر حملہ کیا۔ اور بڑا معرکہ ہوا۔ ہزاروں قتل ہوئے۔
حضرت خالد بن ولیدؓ نے مرعش پر حملہ کیا۔ اور اس شرط پر صلح ہوئی۔ کہ عیسائی شہر چھوڑ
کر نکل جائیں۔

ان فتوحات کے بعد جب ملک شام پر پورے طور سے مسلمانوں کا قبضہ
عادل شام ہو گیا۔ تو خلیفۃ المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ

عنه کو ان کی خدمات کے عوض ملک شام کا حاکم مقرر کر دیا۔ لیکن جب بیت المقدس
پر فتح یاب ہونے کی باری تھی تو آپؓ نے ابو عبیدہؓ کو اس مہم پر روانہ کیا۔ لیکن اہالیان بیت
المقدس نے اطاعت صلح کا سوال پیش کیا۔ تو آپؓ نے حضرت فاروقؓ اعظم کی خدمت
میں بیت المقدس کا فیصلہ بذات خود فیصلہ کرنے کے لیے آپ کی تشریف آوری کے لیے

عرض کیا۔

عظیم جرنیل کے آخری لمحات | عمواس کی دباؤ شام و مصر اور عراق میں پھیل گئی اور اسلام کی بڑی بڑی یادگاریں خاک میں چھپ

گئیں۔ دباؤ کا آغاز ۱۰۰ھ کے آخر میں ہوا اور کئی مہینے تک نہایت شدت رہی۔ حضرت عمرؓ کو جب خبر پہنچی تو اس کی تدبیر اور انتظام کے لئے خود روانہ ہوئے۔ سرع پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ نے جو ان کے استقبال کو آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ بیماری کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔ مہاجرین اولینؓ اور انصار کو بلا کر رائے طلب کی۔ آخر حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ اعلان کر دیں کہ کل کوچ ہوگا۔ حضرت ابو عبیدہؓ چونکہ تقدیر کے مسئلے پر سختی کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے۔ اس لیے وہاں سے نہ نکلے۔ حضرت عمرؓ خود مدینہ چلے آئے اور ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ مجھے تم سے کچھ کم ہے، کچھ دنوں کے لیے یہاں آ جاؤ ابو عبیدہؓ کو خیال ہوا کہ دباؤ کے خوف سے بلایا ہے۔ جواب میں لکھ بھیجا۔ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ ہوگا۔ میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے ٹل نہیں سکتا۔ خط پڑھ حضرت عمرؓ رو پڑے۔

آخر آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ فوج جہاں اتری ہے۔ وہ نشیب اور مرطوب جگہ ہے۔ اس لیے کوئی عمدہ موقع تجویز کر کے وہاں سے اٹھ جاؤ۔ ابو عبیدہؓ نے حکم کی تعمیل کی اور جابیہ میں جا کر قیام کیا۔

الغرض جابیہ پہنچ کر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح بیمار ہو گئے۔ جب زیادہ شدت ہو گئی تو لوگوں کو جمع کیا۔ اور نہایت پُر اثر الفاظ میں وصیت کی۔ معاذ بن جبل کو اپنا جانشین مقرر کیا چونکہ نماز کا وقت ہو چکا تھا حکم دیا وہ ہی نماز پڑھائیں۔ اُدھر نماز ختم ہوئی اور اسلام کے اس بطل جلیل اور عظیم جرنیل حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

فاتح مصر و فلسطین

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام :- عمرو بن العاص

پیدائش :- (مکہ) ہجرت سے سینتالیس برس قبل۔

وفات :- (مصر) ۴۳ھ ہجری۔ عمر : نوے سال

شجرہ نسب | عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم، بن سعید بن سہم بن عمرو بن حیص بن کعب بن لوی بن غالب بن کنانہ بن نضر بن مالک بن فہیر۔

حضرت عمرو بن العاص قریش میں نہایت اہم شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں ان کی شجاعت، ان کا تدبیر اور ان کی فتوحات سے تاریخ اسلام کے صفحات لبریز ہیں۔
مصر و فلسطین کے چپے چپے پر انہوں نے اسلامی پرچم لہرایا۔ خلافت اموی کے قیام میں جو سیاست کار فرما تھی وہ انہیں کے رہین منت تھی۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی۔ عمرو بن العاص، معاویہ بن ابوسفیان اور زیاد بن ابیہ۔ اتفاق سے یہ تینوں سر مل کر ایک ہو گئے۔ امیر معاویہ کے رفیقوں اور شریروں کی فہرست میں یہ تین نام زیادہ مشہور ہیں۔ زیاد بن ابیہ، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص۔ پوری عرب قوم ان کی فراست تدبیر اور سیاست والی کالوہا مانتی ہے۔

قبول اسلام | پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد اپنے تمام رفقاء کے ساتھ ازراہ نیت عمرہ اور زیارت کعبہ مکہ میں

داخل ہوئے۔ نہایت آرام و سکون سے حج خانہ کعبہ ادا فرمایا۔ صحابہ کا جمع غفیر آپ کے ساتھ تھا۔ اور برسوں کی دیرینہ تمنا اور فرض مذہبی بڑے جوش و خروش کے ساتھ ادا ہو رہا تھا۔ مشرکین مکہ پہاڑ پر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ شاید مسلمان خلاف معاہدہ شہر میں لوٹ مار نہ مچا دیں۔ لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ کا پاس کر کے تین روز کے بعد مکہ سے پلٹ آئے۔ مشرکین مکہ پر مسلمانوں کے پچھے جوش ساوہ اور موثر طریق عبادت کا اور ان کی اعلیٰ دیانت و امانت کا کہ "خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پانی بھی نقصان نہیں ہوا۔" عجیب اثر پڑا۔ جس نے سینکڑوں لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ اور اکثر معززین قریش کے دلوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاس و وفا کا گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ خالد بن ولید، عثمان بن ابی طلحہ اور عمرو بن العاص جیسے ذمی عزت اور بہادر اشخاص نے ۸ھ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر خود بخود دین اسلام قبول کر لیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان شجاعانِ عرب کے مسلمان ہونے پر از خود خوش ہوئے اور رب العالمین کا شکر ان الفاظ میں کیا۔

"الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا" یعنی شکر ہے اس خدا کا جس نے تمہیں اسلام کی طرف راہنمائی کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "تمہاری دشمنی سے یہی امید تھی کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔"

تبلیغ اسلام چند روز بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو ارضِ یلی اور قبیلہ بنی عذرہ کی طرف تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کیا۔ جناب

رض عمرو بن العاص اور بنی عذرہ سے اگرچہ ناسانی تعلق تھا لیکن انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف نہیں کیا۔ حضرت عمرو بن العاص نبی ہدایم کی سرزمین میں سلاسلِ تالاب پر پہنچے ہی تھے کہ وہاں انہوں نے دشمنوں کی کثرت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمک کے لیے ایک اصحاب کو بھیجا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو معہ مہاجرین کی ایک جماعت کے عمرو بن العاص کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ حضرت عمرو بن العاص کے مزاج سے واقف تھے۔ اس لیے ابو عبیدہؓ کو جاتے وقت آپ نے تاکید کر دی تھی کہ عمرو بن العاص سے کسی قسم کا جھگڑا نہ ہونے پائے۔

جناب عمرو بن العاص نے ابو عبیدہؓ کو دیگر اصحاب کے ساتھ دیکھتے ہی پوچھا کہ میری مدد کرنے آئے ہو یا مجھ پر سوار مقرر ہو کر آئے ہو؟ جناب ابو عبیدہؓ نے جواب دیا: مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کر دی ہے کہ اختلاف نہ کروں۔ اس لیے اگر تم میرے خلاف بھی کرو گے۔ تو میں پھر بھی تمہاری اطاعت کروں گا۔

اس مہم کی کامیابی کے چند روز بعد جناب عمرو بن العاص کو رسالت مآبؐ نے عمان کے حاکم کے پاس یہ خط لے کر روانہ فرمایا۔

شاہِ عمان کے نام نامہ مبارک | ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے محمد بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جیفر اور عبد لیسر ان جلندی کی طرف۔

سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ ابا بعد میں تم دونوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ گے تو تم سلامت رہو گے۔ اس لیے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو جو زندہ ہو اور ثابت ہو اللہ کی محبت کا فروں پر۔ تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمہارے ملک پر بدستور بانی رکھیں گے۔ ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت عنقریب زائل ہونے والی ہے۔ اور میرے سوار تمہارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے۔ اور میری نبوت اور رسالت تمہارے ملک کے تمام کے اویان پر

غالب آکر رہے گی : " ذرا دالمعاد ص ۶۲ و زرقانی ص ۳۵۲)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ والا نامہ لے کر
عمان پہنچا تو سب سے پہلے عبد سے ملاقات ہوئی۔ وہ نہایت حلیم، بردبار اور نیک خوئے
میں نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے یہ خط دے کر آپ اور آپ کے بھائی کی طرف بھیجا ہے۔ عبد نے کہا کہ اعلیٰ رئیس
اور بادشاہ میرے بھائی جعفر ہیں۔ میں آپ کو ان سے ملا دوں گا۔ یہ خط آپ ان کے سامنے
پیش کر دینا۔ بعد ازاں مجھ سے کہا کہ تم ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو۔
عمرو بن العاص :- ایک اللہ کی عبادت کرو۔ بت پرستی کو چھوڑ دو۔ اور اس
بات کی گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبد :- اے عمرو بن العاص تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو۔ بتلاؤ کہ تمہارے
باپ نے کیا کیا۔ ہم انہیں کی اقتداء کریں گے۔

عمرو بن العاص :- میرے باپ مر گئے اور آپ دھنور، پر ایمان نہیں لائے
اور میری تمنا تھی کہ کاش وہ اسلام لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے۔ ایک عرصہ
تک میں انہیں کی رائے پر رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام کی ہدایت
توفیق سے سرفراز فرمایا۔

عبد :- تم کب مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص :- چند ہی روز ہوئے ہیں۔

عبد :- کہاں مسلمان ہوئے۔

عمرو بن العاص :- نجاشی شاہ حبشہ کے ہاتھ پر اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبد :- نجاشی کے اسلام لے آنے کے بعد اس کی قوم نے ان کے ساتھ

کھلا رکھا۔

عمر بن العاص۔ حسب سابق اس کو بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس متبع اور پرکار بنے۔

عبد۔ اساقفہ دیا دریوں، اور رہبان نے کیا کیا۔

عمر بن العاص۔ سب نے اس کا اتباع کیا۔

عبد۔ اے عمر! غور کرو کیا کہہ رہے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بُری خصلت نہیں اور انسان کے لیے جھوٹ سے بڑھ کر رسوا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

عمر بن العاص۔ حاشا دکلا میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا حلال ہے۔

عبد۔ معلوم نہیں کہ ہر قل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام لانے کی خبر ہوئی یا نہیں۔

عمر بن العاص۔ ہر قل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا علم ہے۔

عبد۔ تم کو کیسے معلوم ہوا؟

عمر بن العاص۔ نجاشی قیصر روم کو خراج ادا کرتا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد خراج دینے

سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر قیصر روم مجھ سے ایک دھم بھی مانگے تو وہ بھی نہ دوں گا

قیصر کو جب نجاشی کی یہ بات پہنچی تو قیصر روم خاموش ہو گیا۔ قیصر کی خاموشی پر اس کے بھائی

نیاق نے نہایت غصہ سے کہا کہ کیا آپ اپنے غلام یعنی نجاشی کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ

خراج بھی ادا نہ کرے اور آپ کا مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کرے۔ قیصر نے کہا: "نجاشی

کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرے۔ اس نے اس دین کو پسند کیا۔ خدا

کی قسم اگر مجھ کو اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین اختیار کرتا۔"

عبد۔ بہت متعجب ہو کر۔ اے عمر کیا کہہ رہے ہو؟

عمر بن العاص۔ خدا کی قسم، میں نے بالکل سچ کہا ہے۔

عُبَید۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے پیئر کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ اور کس چیز سے منع کرتے ہیں؟

عمر بن العاص :- اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے منع کرتے ہیں۔ بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور تعدی۔ زنا اور شراب خوری، بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں۔

عُبَید :- کیا ہی اچھی دعوت ہے اور کیا عمدہ تلقین ہے۔ کاش میرا بھائی بھی میرے ساتھ اتفاق کرے اور دونوں مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائیں۔ اور آپ کی تصدیق کریں۔ لیکن ممکن ہے، میرا بھائی اپنی سلطنت کی وجہ سے اس بارے میں تامل کرے۔

عمر بن العاص :- اگر اسلام آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بادشاہت کو بدستور برقرار رکھیں گے۔ اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے اُسرار اور اغنیاء سے صدقات وصول کریں۔ اور اپنی قوم کے فقراء اور مساکین پر ان کو تقسیم کریں۔

عُبَید :- یہ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ یہ بتاؤ کہ صدقات کتنے اور کس طرح لیے جاتے ہیں؟

حضرت عمر بن العاص فرماتے ہیں۔ میں نے تفصیل سے بتایا کہ سونے اور چاندی پر اتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ اونٹ اور ادریکریوں پر اتنی۔ اس کے بعد عُبَید نے مجھے اپنے بھائی جعیفر کے سامنے پیش کیا۔ میں نے آپ کا دالنا نامہ سرمہرا سے دیا۔ مگر کھول کر اسے پڑھا اور مجھے بیٹھنے کا حکم دیا اور قریش کا کچھ حال دریافت کیا۔ ایک دو روزہ کے تامل کے بعد جعیفر بھی اسلام پر آمادہ ہو گیا۔ اور دونوں بھائیوں نے مل کر ایک روز اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور جو نہ ہوئے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا۔

حضرت عمر بن العاص کہہ سالت اب صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سعد، ہذیم اور بنی

عذیرہ وغیرہ قبائل میں تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں عمان کے سرحدوں کے مقابلہ پر بھیجا تو یہ وعدہ کیا تھا کہ جب اس مہم سے فراغت ہوگی تو تمہیں اپنی پرانی خدمت پر مامور کر دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص جیسے ہی عمان سے واپس آئے تو اپنی اس قدیم خدمت پر بھیج دیئے گئے۔ اب انہوں نے بھی خواہش کی کہ اپنی خدمت پر کسی اور کو مقرر کر اگر خود شام کی مہم پر جائیں اور جہاد کریں۔ جناب عمرو بن العاص کی اس تحریر پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ ”تمہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خدمت پر مامور کیا تھا۔ اس میں میں اپنی طرف سے تبدیلی کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن ہاں جس طرح پہلے تمہیں عمان بھیجا تھا۔ اسی طرح اب چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے کام پر مامور کر دوں جو دین و دنیا دونوں میں تمہارے لیے مفید ہے۔ بشرطیکہ تم بھی اسے پسند کرتے رہو۔ رہی تمہاری یہ خدمت جس پر تم مامور ہو رہے تھے اسے لیے محفوظ رہے گی۔“

اس حکم کے جواب میں عمرو بن العاص نے لکھا ”میں اسلام کے تیروں میں ایک تیر ہوں اور آپ تیر انداز اور ان تیروں کو فراہم کرنے والے ہیں۔ لہذا نادک اندازی کرنے وقت آپ دیکھ لیں کہ کون سا تیر اچھا۔ تیز باڑھ، مضبوط اور کاری ہے۔“

یہ خط دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں (عمرو بن العاص) اور ولید عقبہ جو بنی قضاہ میں رقوم زکوٰۃ کے کلنٹریٹھے کو حکم دیا کہ ”جہاد کے لیے عربوں کی فوج جمع کرو“ چنانچہ دونوں نے بڑی مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس اثنا میں جوادر مجاہدین اطراف عرب سے آکر مدینہ میں جمع ہوئے۔ ان کو بھی انہوں نے عمرو بن العاص کے پاس بھیج دیا۔ اور ایک خاص راستہ بنا کر حکم دیا کہ اس راہ سے تم ارضِ فلسطین میں داخل ہو جاؤ۔“

کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے مزید سردارانِ عرب شام میں پہنچ گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تو جاہل کے سامنے پڑا اور ڈالا۔ یزید بن ابی سفیان اور ان کے

بھائی حضرت معاویہؓ بقیہ میں پھڑپھڑے۔ شرجیلؓ بن حسنہ نے ان کے گرد قیام کیا۔ اور حضرت عمرؓ بن العاص صرحہ میں جا کر اترے۔

تا جہاں روم ہر قل ان دنوں جوش عقیدت سے بیت المقدس میں آیا تھا۔ جب اُسے عساکر اسلامیہ کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے ارکان سلطنت اور مشیران حکومت کو جمع کر کے کہا کہ میری رائے ہے کہ تم ان لوگوں سے صلح کر لو۔ اگر تم محاصل مملکت شام کی ادھی رقم ادا کرنے کا وعدہ کر کے بھی مسلمانانِ عرب سے صلح کر لو گے تو میرے نزدیک نفع میں رہو گے ورنہ وہ سارے ملک شام پر قبضہ کر لیں گے۔ مشیران سلطنت نے یہ بات سنی تو ناراض ہو کر دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔

ہر قل نے مجبوراً پھر معززین ارکانِ دولت کو جمع کیا اور انہیں لے کر شہر حص میں پہنچا اور لشکر مرتب کر کے ارادہ کیا کہ ہر ایک مسلمان سردار کے مقابل ایک نئی فوج بھیجی جائے۔ اس کے پاس فوج کی کمی کیا تھی صرف مسلمان سرداروں کو جدا جدا میدانِ جنگ میں اُجھالینے سے ان کی قوت کمزور کرنا تھی۔

چنانچہ اس نے اپنے سگے بھائی ہزارق کو توڑے ہزار فوج کے ساتھ حضرت عمرؓ بن العاص کے مقابلہ پر حرجہ کو۔ لوزر کو یزید بن ابی صفیان کے مقابلہ پر بقلار بن فسطوس کو۔ ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ حضرت ابو عبیدہؓ کے مقابلہ پر اور دراقص نامی سردار کو شرجیل بن حسنہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔

ہر قل کے یہ انتظامات اور رومی فوجوں کی یہ کثرت دیکھ کر مسلمان گھبرائے اور سب سرداروں نے حضرت عمرؓ بن العاص کو خط لکھ کر دیانت کیا کہ آپ کے نزدیک ایسی حالت میں کیا مناسب ہے۔ اس پر انہوں نے یہ جواب دیا ہمارے لیے مناسب یہی ہے کہ ہم سب ایک جگہ جمع ہو جائیں اور اپنے منتشر لشکروں کو یکجا کر لیں۔ متفرق طور پر سب میں کمزوری پڑے گی۔ مگر ایک جگہ اکٹھا ہو جانے سے ہمیں اپنی کمی محسوس نہ ہوگی اور دشمن کی کثرتِ فوج کا

اندیشہ نہ رہے گا۔

دربارِ خلافت سے اس تجویزِ عمل کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عمرو بن العاص کی رائے سے اتفاق کیا اور اجازت دی کہ شام کے تمام عساکر اسلام اور سردارانِ مجاہد جمع ہو جائیں۔

ادھر رومی لشکر بھی جمع ہو گئے۔ بعض رومی سرداروں کا یہ خیال تھا کہ بہادرانِ اسلام سے لڑنے کے بجائے صلح ہو جائے اور بعض کی یہ تجویز تھی کہ ان کے گرد ہوں کو توڑیں اور اس تاخیرِ تعویق سے مسلمانوں کو کمزور بنادیا جائے۔ لیکن جانثارانِ اسلام نے رومیوں کی اس چال سے فائدہ اٹھا کر ان کی واپسی کا راستہ بڑھ کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے مجاہدینِ اسلام کی اس دوراندیشی سے خوش ہو کر کہا: میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے رومیوں کو اپنے حلقہ میں کر کے قید کر لیا ہے۔

رومی جان بوجھ کر لڑائی کو طول دے رہے تھے اور اس ڈھیل سے ان کی فوج میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس بارے میں دربارِ خلافت کو لکھا گیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ تم فوراً شام میں پہنچ کر مسلمانوں کی مدد کرو اور اپنی شجاعت اور دلیری کا سچا جوہر دکھاؤ اور اپنی نصف فوج اپنے ہمراہ لے جاؤ اور بقیہ نصف کو وہیں عراق میں ٹھنی۔ بن حارثہ شیبانی کی سرداری میں چھوڑ جاؤ۔ جب شام میں خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح ہو جائے تو پھر تم عراق میں واپس چلے آنا۔ چنانچہ اس حکم پر حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور خود نو ہزار بہادرانِ اسلام کا لشکر لے کر شام کو روانہ ہوئے۔

راستے میں شہر حارر واپڑا وہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ خالدؓ انہیں پسپا کر کے مصیح میں پہنچے۔ اس کے بعد بہت سی منزلیں قطع کر کے اور ہر جگہ فتح و نصرت کے پھر کر اڑاتے دمشق کے قریب آ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی بہادرانِ اسلام خالدؓ نے اپنا پرچم کھول دیا۔ اس کے بعد دمشق کو چھوڑ کر یرموک پہنچے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو اپنے پہنچ جانے کی اطلاع

دی۔

حضرت خالدؓ کے پیچھے ہی باہان نے مقابلہ کیا تو خالدؓ نے بھی فوراً بڑھ کر مقابلہ کیا اور حقوڑی دیر کی لڑائی کے بعد رویوں سے بجز اس کے کہ اپنی خندق کے اس پار واپس جا کر پناہ میں۔ اور کوئی بات نہیں پڑی۔

جنگِ اجنادین

حضرت خالدؓ بن ولیدؓ اور ان کے ہمراہی جانشانِ اسلام کے آنے سے پہلے اجنادین میں کل بہادرانِ اسلام کی تعداد ستائیس ہزار تھی آپ کے آجانے پر چھپیں ہزار ہو گئی۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل کی جمعیت اس کے علاوہ تھی جو مسلمانوں کے پیچھے اپنے لشکر کے ساتھ پڑے تھے۔ تاکہ کسی دشمن کو مسلمانوں کے پیچھے نہ آنے دیں۔

ادھر رویوں کا لشکر نوے ہزار پر مشتمل تھا۔ ان میں سے تیس ہزار زنجیر بند تھے یعنی زنجیروں سے گھوڑوں میں بندھے ہوئے تھے۔ کہ کسی طرح گھوڑے کی پیٹھ سے جدا نہ ہو سکیں۔

پچیس ہزار ایسے تھے کہ اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے ہی نہیں بلکہ باہم ایک دوسرے سے بھی زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ تاکہ میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔ ان کے علاوہ پینتیس ہزار پیدل سپاہی تھے اور ان میں بھی بہت سے باہم زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو جب دشمنوں کی فوج کی اس جمعیت کا حال معلوم ہوا تو تمام سردارانِ عساکر اسلامیہ نے اپنی اپنی فوجوں کو اپنے اپنے جھنڈوں تلے مرتب کر کے تائیدِ ایزدی پر بھروسہ کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولیدؓ نے اپنا گھوڑا بڑھا کر بہادرانِ اسلام کی صفوں کا چکر لگایا اور پھر سب کے درمیان بعد حمدِ الہی اور ثنائے رسالت پناہی یہ تقریر کی:-

"حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس خیال سے بھیجا ہے کہ ہم آسانی سے اپنے

مقتدر کو حاصل کر لیں گے۔ مگر یہ تمہاری تقریر کی حالت اس مصیبت سے بھی زیادہ دشوار اور سخت ہے، جس سے تمہیں سابقہ پڑا ہے۔ بشر کہیں کے حق میں یہ کسی زبردست کمک کے آجانے سے بھی زیادہ سوومند اور مفید ہے اگر ہم سب ایک امیر کے ماتحت ہو جائیں تو اس سے کسی کے حق میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ سب سوار ایک کے ماتحت ہو جائیں تو بہت زیادہ کچھ ہو جائے گا۔ لہذا لڑائی کے لیے تم بھی تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ تمہارے دشمن لڑائی کے لیے خوب تیار ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو آج کے دن کے بعد وہ دن آئے گا۔ لیکن آج کا دن وہ دن ہے کہ اگر تم نے دشمنوں کو ان کی خندقوں کے اندر بھگا دیا تو ان کو ہمیشہ بھگاتے اور پاپا کرتے رہو گے۔ لیکن اگر انہوں نے ہمیں شکست دے دی تو پھر اس کے بعد ہم نہ سنبھل سکیں گے۔ لہذا آؤ سرداری اور افسری کے نظام کو تم انہیں دشمنوں سے عاریتاً لے لو۔ مگر ہم میں سرداری اور امارت فوج بدلتی رہے۔ یعنی ایک دن ایک شخص سردار ہو۔ دوسرے دن دوسرا اور تیسرے دن تیسرا شخص یہاں تک کہ سب کو حکومت کرنے کا موقع مل جائے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو آج مجھ ہی کو اجازت دے دو۔ کہ میں تمہاری سرداری اور افسری کروں۔“

اس تقریر اور استدعا کے مطابق عام معزز سرداروں اور تمام سپاہیوں نے اس زور کی معرکہ آرائی کے لیے حضرت خالدؓ ہی کو اپنا سپہ سالار تسلیم کر لیا۔ اتنے میں رومیوں کا لشکر بڑھا اور ایسی ترتیب انتظام سے کہ مسلمانوں نے آج تک کبھی ایسا بارونق منظر نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت خالدؓ بن ولید نے بھی اپنے لشکر کو اس شان سے مرتب کر کے بڑھایا کہ اپنی یہ شان بھی مسلمانوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ یعنی بہادر اسلام خالدؓ نے تمام جانثاران اسلام کو چالیس رسالوں اور پلٹنوں میں تقسیم کیا۔ اور

کہا: ”دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اگرچہ تم تعداد میں کم ہو۔ مگر بہت سے دستوں اور پلٹنوں میں تقسیم ہو جانے سے زیادہ نظر آنے لگو گے۔“

ان دستوں میں بہت سے قلب فوج میں تھے اور ان پر ابو عبیدہ بن الجراح کو سردار مقرر کیا۔ بہت سے دستے سپہ پر تھے۔ ان کی سرداری عمرو بن العاص اور شریک بن حسنہ کے سپرد تھی۔

اسی طرح تمام دستوں پر ہر ایک سردار مقرر تھا۔ ابو دردا فوج کے قاضی تھے۔ اور ابو سفیان کے ذمے تمام بہادران اسلام کو رجز اور جوش جہیت دلانے کا کام سپرد تھا۔ اگلے حصہ فوج یعنی طیلے کے سردار قباث بن اثیم اور سب سے پچھلے حصہ فوج کے سردار عبداللہ بن مسعود تھے۔

سب سے پہلے حضرت خالدؓ کے حکم سے قعقاع بن عمرو نے لڑائی چھیڑ دی۔ دم بھر میں لڑائی سب طرف پھیل گئی اور نہایت ہی قیامت خیز جنگ شروع ہو گئی۔ میدان کارزار میں جس طرف نظر جاتی تھی تو اڑوں کی بجلیاں گھر رہی تھیں۔ اور خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ عین اس وقت رومی لشکر میں سے جرہہ نامی نامور سپہان گھوڑا بڑھا کر میدان میں آیا۔ اور اس نے خالدؓ کو اپنے مقابلہ پر بلایا۔

خالدؓ فوراً اپنے لشکر سے نکل گئے۔ تو اس نے کہا میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں لہذا گھوڑی دیر کے لیے آپ مجھے امن و امان سے ملیں۔ اور ہم ایک دوسرے پر حملہ نہ کریں جناب خالدؓ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ پھر جرہہ نے قریب آکر کہا میں جو پوچھوں آپ سچ بتادیں۔ کیونکہ آزاد اور بہادر لوگ جھوٹ نہیں بولا کرتے اور امید ہے آپ مجھے دھوکا نہیں دیں گے۔

جرہہ:۔ آپ یہ بتائیے کہ خدا نے آپ کے پیغمبرؐ پر کوئی تلوار آسمان سے اتاری گئی ہے اور ان سے وہ تلوار آپ کو مل گئی ہے کہ جس قوم پر آپ اسے کھینچتے ہیں۔ بغیر شکست

یہ میاں میں نہیں آتی۔

حضرت خالدؓ نہیں۔

حجربہ :- تو پھر آپ کو لوگ سیف اللہ کیوں کہتے ہیں۔

حضرت خالدؓ :- نیئے! خدا نے ہم میں اپنے پیغمبرؐ سرس کو مبعوث کیا۔ میں ان لوگوں میں تھا۔

جنہوں نے ابتداءً ان کی تکذیب کی اور ان سے رٹے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے

مجھ کو ہدایت دی اور میں نے ان کی پیروی اختیار کی۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ تم

مشرکین کے حق میں اللہ کی شمشیر برسنہ ہو! اور میرے لیے تائید الہی کی دعا فرمائی

یہ سب اسی دعا کی برکت ہے۔

پرسن کر حجربہ نے کہا۔ اچھا یہ بتائیے آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

جناب خالدؓ نے ولیدؓ نے کہا۔ فقط تین باتیں۔ اسلام قبول کر دیا یا اطاعت قبول کر کے

ہمیں جزیہ دو۔ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو لڑائی اور مقابلہ کیجیے۔

اس پر حجربہ نے پوچھا یہ بتائیے کہ جو کوئی اسلام قبول کرے اور آپ کی جماعت

میں ہو جائے تو اس کا درجہ آپ لوگوں میں کیا ہوگا؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ سہارا اور اس کا درجہ برابر اور یکساں ہوتا ہے۔

حجربہ نے پوچھا اور اس کو اس کا کچھ اجر و ثواب بھی ملتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے جواب میں کہا بے شک، بلکہ ہم سے بڑھ کر وہ اس لیے کہ ہم تو

محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لائے۔ جبکہ آپ ہمیں غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

مگر آپ نے معجزات اور خوارق و عادات دیکھے ہی نہیں۔ لہذا اگر آپ صدق دل اور

نیت خیر سے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے تو ہم سے زیادہ افضل

ہوں گے۔

حجربہ نے یہ سنا تو حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ لشکر اسلام میں آکر مشرف

یہ اسلام ہوا۔ حضرت خالدؓ نے اسے دین کی تلقین و تعلیم کی۔ پھر اس نے غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضرت خالدؓ کے ہمراہ میدان جنگ میں جا کر رومی لشکر سے لڑنے لگا۔

اس وقت لڑائی برابر جاری تھی اور لڑائی بھی وہ لڑائی جو قوموں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو۔ رومیوں نے ایک ساتھ ایسا زبردست حملہ کیا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور رومی انہیں یہاں تک دھکیلتے اور مٹاتے چلے گئے کہ مسلمان اپنے لشکر کے اس آخری حصہ پر پہنچ گئے، جہاں تک ان کی معاون فوج ان کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔ اس معاون فوج کے سردار عکرمہؓ اور ان کے چچا حارث بن ہشامؓ تھے۔ لشکر اسلام کی اس پسپائی کو دیکھا تو عکرمہؓ نے کہا: "آج تک میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر لڑائی میں لڑا ہوں۔ لیکن آج مجھے حمایت اسلام میں لڑنے کا موقعہ دیجیے اور جس کو شوق شہادت ہو وہ مجھ سے اس بات کا وعدہ کرے۔"

یہ سنتے ہی ان کے چچا حارثؓ، ضرارؓ، ازدار اور چار شہسواران عرب نے دوڑ دوڑ کر جوش و خروش کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ سب لوگ عکرمہؓ بن ابی جہل کے ساتھ دشمنوں کی صفوں میں گھس پڑے اور حضرت خالدؓ کے آگے یہ سب اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم جان پر کھیل کر لڑے اور ایسے لڑ گئے کہ ان میں کوئی بھی زخمی ہونے سے نہ بچا۔ جن میں سے بعض تو اچھے ہو گئے اور بعض نے درجہ شہادت حاصل کر لیا۔ خالدؓ بن ولید اور ان کے ساتھ ہی نو مسلم حربہ بھی بڑی جانا بازی سے لڑ رہے تھے۔ دن ڈھلتے ہی حربہؓ نے بھی جہاد شہادت نوش کر لیا۔

ظہر اور عصر کی نمازیں تمام جانتاراں اسلام نے دشمنوں سے لڑتے لڑتے اشاروں میں ہی ادا کیں۔ لیکن لڑائی سے منہ نہ موڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں کے قدم لڑکھڑانے لگ گئے۔

یہ حالت دیکھ کر جناب خالد بن ولیدؓ نے بحیرہ بلند کے دشمنوں کی فوج کے قلب میں گھس گئے اور ان کے سواروں اور پیادوں کو مار مار کر انے لگے۔ اس زبردست حملہ سے اکثر رومی سواروں کو شکست ہو گئی۔ چنانچہ وہ پیدوں کو میدان کارزار میں چھوڑ کر بھاگے۔

لیکن اب پیادوں پر مسلمانوں کی سخت یورش تھی اور وہ بے ستائشہ قتل ہو رہے تھے کٹے مرتے اور خندقوں کی طرف چلے۔ مگر ان سے زیادہ کوشش خندقوں میں پہنچنے کی ان لوگوں کی تھی جو باہم زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور ان کی مزاحمت میں پیدوں کو راستہ نہ ملتا تھا۔

فتح اجنادین | بہادران اسلام لڑتے اور دشمنوں کو بھگاتے رومی خندقوں کے پار ہو گئے تھے جہاں وہ دشمنوں کے کیمپ میں داخل ہوئے تو ہر قل کے بھائی تذارق کے خیمے میں اترے تو دشمنوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔

اجنادین کے میدان میں تقریباً ایک لاکھ رومیوں پر شاندار فتح حاصل کر لی گئی۔ تو اس کامرانی کی اطلاع اور مال غنیمت دے کر ایک قاصد کو دربار خلافت میں روانہ کیا گیا۔ قاصد نے مدینہ پہنچ کر رومیوں پر فتح پانے کے تمام واقعات دربار خلافت میں سنائے۔ اس خوش خبری کو سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خدا کا شکریہ ادا کیا اور بہادران اسلام کی قوت اور ترقی اسلام کے لیے درگاہ ایزدی میں دعا کی۔

حمیساریہ پر چڑھائی | یہ شہر بحر شام کے ساحل پر واقع ہے اور فلسطین کے اضلاع میں شمار کیا جاتا ہے۔ آج کل دیران پڑا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا اور بقول بلاذری کے تین سو بازار تھے۔ اس شہر پر اڈل ۱۳ھ میں حضرت عمر بن العاص نے چڑھائی کی تھی اور مدت تک محاصرہ کیے پڑے رہے لیکن فتح نہ ہو سکا۔ آخر ۱۹ھ حضرت امیر معاویہؓ نے اسے فتح کر لیا۔

محاصرہ بیت المقدس | شجاع اسلام حضرت عمر بن العاص نے بعض مقامات

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کے عہد میں ہی فتح کر لیے تھے۔ اور فاروقی عہد تک نو تالیس۔ لہذا عموماً بیت جبرین تمام بڑے بڑے شہروں پر قبضہ ہو چکا تھا۔ جب کوئی عام معرکہ پیش آجاتا تو وہ فلسطین چھوڑ کر حضرت ابوعبیدہؓ سے جا ملتے تھے۔ اور انہیں مدد دیتے تھے۔ لیکن فارغ ہونے کے فوراً بعد واپس آجاتے تھے۔ وہ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ اس پاس کے شہروں کو فتح کر کے خاص بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ شام کے انتہائی اصلاخ فہم و غیرہ فتح کر چکے تھے اور وہ ادھر سے سے فرصت پا کر بیت المقدس آگئے اور حضرت عمرؓ بن العاص کے ساتھ محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ عیسائیوں نے ہمت ہار کر صلح کی درخواست کی اور مزید اطمینان کے لیے یہ شرط اضافہ کی کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ خود یہاں آئیں اور معاہدہ صلح ان کے ہاتھوں سے لکھا جائے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو خط لکھا کہ "بیت المقدس کی فتح آپ کی تشریف آوری پر موقوف ہے۔"

حضرت عمرؓ کا سفر بیت المقدس | فاروق اعظمؓ نے تمام معزز صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور مشورہ لیا کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ آخر کار امیر المومنینؓ نے سفر کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں۔ اور حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے خلافت کے کاروبار انہیں سپرد کر دیئے۔ اور جب سال ۱۶ھ میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔

فاروقؓ کو انتظار ہو گا کہ فاروق اعظمؓ کا سفر اور وہ سفر جس سے دشمنوں پر اسلامی جلال کا رعب بٹھانا مقصود تھا۔ کس شان و شوکت سے ہوا ہو گا۔ لیکن یہاں نہ تقاریر اور نوبت تھے نہ خدم و حشم اور لاؤ لشکر تو ایک طرف معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے۔ تاہم جہاں تک یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے تو زمین دہل جاتی تھی۔

سرداروں کو اطلاع دی جا چکی تھی کہ جابیہ میں آکر ان سے ملیں۔ چنانچہ جناب یزید بن ابی سفیان اور حضرت خالد بن ولید وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان سرداروں کی سادگی باقی نہیں رہی تھی۔ اور حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے کہ ان کے بدن پر حریر و دیبا کے پیغے اور پر تکلف قبائیں تھیں۔ اور زرق برق پوشاں اور ظاہری شان و شوکت سے عجیب معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے۔ اور سنگ ریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینک کر بولے۔ "اس قدر جلد تم نے عجیب عادتیں اختیار کر لیں۔" ان لوگوں نے عرض کی کہ قبائوں کے نیچے ہتھیار ہیں۔ یعنی سپہ گری کا جوہر ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ فرمایا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شہر کے قریب پہنچے تو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر ڈالی۔ غوطہ کا دلفریب سبزہ زار اور دمشق کے بلند و شاندار مکانات سامنے تھے۔ مل پر ایک خاص اثر ہوا۔ عبرت کے لہجہ میں یہ آیت پڑھی کہ تَوَكُّوْا مِنْ جَنَابِ ذِي الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ... البعہ کے چند حیرت انگیز اشعار پڑھے۔

جابیہ میں دیر تک قیام رہا۔ اور بیت المقدس کا معاہدہ بھی لکھا گیا۔ وہاں کے عیسائیوں کو حضرت عمرؓ کی خبر پہلے سے پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ یہاں شہر کا ایک گردہ ان سے ملنے کے لیے دمشق کو روانہ ہوا۔ امیر المومنینؓ فوج کے حلقہ میں بیٹھے تھے کہ دفعتاً کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ جو گھوڑے اڑاتے آرہے تھے۔ اور کمر میں تلواریں چمک رہی تھیں۔ مسلمانوں نے فوراً ہتھیار سنبھال لیے۔ فاروق اعظمؓ نے پوچھا، خیر تو ہے۔ لوگوں نے سواروں کی طرف اشارہ کیا۔ آپؓ نے فرست سے سمجھا کہ بیت المقدس کے عیسائی ہیں۔ فرمایا گھبر لو نہیں۔ یہ لوگ امان طلب کرنے آرہے ہیں۔

عبداللہ بن ابی سہل نے عبداللہ بن ابی سہل کو مفتوح قوم کے حوالے کیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

”یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی یہ امان ان کی جان و مال اگر جا، صلیب، تندہست ابیار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لیے ہے۔ نہ ان کے گرجاؤں میں سکونت اختیار کی جائے نہ وہ دھائے جائیں۔ نہ ان کو یا ان کے احاطوں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ نہ مذہب کے بارے میں ان پر جبر کیا جائے گا۔ ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر نکل جانا چاہے۔ وہ بھی مومن ہے۔ تا آنکہ وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے۔ اس تحریر پر خدا، رسول، خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ اس پر خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان گواہ ہیں۔“

معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا ارادہ کیا۔ گھوڑا جو سواری میں تھا۔ اس کے سم گھس کر بے کار ہو گئے تھے اور رک ٹک کر قدم رکھتا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر اتر پڑے۔ لوگوں نے ترکی نل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا۔ آپ سوار ہوئے تو ایل کرنے لگا۔ فرمایا: ”یہ غرور کی چال تو نے کہلے سیکھی؟“ یہ کہہ کر آپ اتر پڑے اور پیادہ پیادہ چلے۔ بیت المقدس قریب آیا۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ اور سرداران فوج استقبال کو آئے۔

حضرت عمرؓ کا لباس اور سروسامان جس معمولی حیثیت کا تھا۔ اسے دیکھ کر مسلمانوں کو شرم آتی تھی کہ عیسائی اپنے دل میں کیا کہیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور قیمتی پوشاک حاضر کی۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ”خدا نے جو عزت ہمیں دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی بس ہے۔“ غرض اس حال میں امیر المومنینؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے مسجد میں گئے۔ محراب داؤد کے پاس پہنچ کر سورہ داؤد کی

آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔ پھر علیائوں کے گرجا میں آئے اور ادھر ادھر پھرتے رہے۔ چونکہ یہاں اکثر افسران فوج اور عمال جمع ہو گئے تھے۔ کئی دن قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔ ایک دن حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہؐ نے اگر شکایت کی۔ ہمارے افسر پرندہ کا گوشت اور میدہ کی روٹیاں کھاتے ہیں۔ لیکن عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے افسروں کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے عرض کی کہ اس ملک میں تمام چیزیں عام ہیں۔ جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے۔ یہاں اسی قیمت پر پرندے کا گوشت اور میدہ ملتا ہے۔ آپ افسروں کو مجبور نہ کر سکے لیکن حکم دیا کہ مال غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کو کھانا بھی مقرر کر دیا جائے۔

ایک دن نماز کے وقت حضرت بلالؓ سے درخواست کی کہ آج اذان دو۔ بلالؓ نے کہا، میں غم کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا۔ لیکن آج اور صرف آج آپ کا ارشاد بجا لاؤں گا۔ اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہؓ کو عہد رسول اللہ مبارک یاد آگیا اور رقت طاری ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ روتے روتے بے تاب ہو گئے اور حضرت عمرؓ کی ہچکی بندھ گئی اور دیر تک یہی سماں رہا۔

فتح مصر | مصر کی فتح کے بانی مہاجر حضرت عمرو بن العاص ہیں۔ وہ اسلام سے پہلے تجارت کیا کرتے تھے اور مصران کی تجارت کا لالہ نگاہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے شام کا جو اخیر سفر کیا اس میں عمرو بن العاص نے مصر کے بارے میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کی تو حضرت عمرؓ نے پہلے احتیاط کے لحاظ سے انکا کیا اور پھر عمرو بن العاص کے اصرار پر راضی ہو گئے اور چار ہزار فوج ساتھ کر دی اور فرمایا عمروؓ خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

غرض حضرت عمرو بن العاص عریقی سے ہوتے ہوئے فسرما پیچے۔ یہ شہر

بحر روم کے کنارے پر تھا۔ لیکن اب ویران پڑا ہے۔ اس زمانہ میں یہ آباد تھا۔ اور جالینوس کی زیارت گاہ ہونے کی وجہ سے ایک ممتاز شہر تصور کیا جاتا تھا۔ یہاں سرکاری فوج رہتی تھی اس نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا اور ایک ماہ محاصرہ کا بازار گرم رہا۔ بالآخر رومیوں نے شکست کھائی۔ بہادر اسلام حضرت عمرو بن العاصؓ فرما سے چل کر بلخ اور اتم وینس کو فتح کرتے ہوئے قسطنطنیہ میں وارد ہوئے۔ یہاں سرکاری قلعہ تھا اور رومی سلطنت کے حکما جو مصر میں رہتے تھے۔ یہاں رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ یہ دریائے نیل پر واقع تھا، جہاز اور کشتیاں قلعہ کے دروازے پر آکر لگتی تھیں۔ ان وجوہات سے سرکاری ضروریات کے لیے نہایت موزوں مقام تھا۔ جناب عمرو بن العاصؓ نے اس پر نظر رکھتے ہوئے محاصرہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

موقوف جو مصر کا فرماں روا تھا۔ اور قیصر کا باغدار تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے پہلے ہی قلعہ میں پہنچ چکا تھا اور لڑائی کا بندوبست کرنے لگا۔ قلعہ کی مضبوطی اور فوج کی قلت دیکھ کر عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا اور غارت طلب کی۔ انہوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر روانہ کیے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے، یہ افسر زبیر بن العوام، عبادہ بن صامت، مقداد بن عمروؓ و سلمہ بن زیدؓ کا جو رتبہ تھا۔ اس کے لحاظ سے عمرو بن العاصؓ نے انہیں افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے سپرد کر دیے۔ انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا۔ اور جہاں جہاں مناسب تھا۔ مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے مقرر کر دیے۔ اس کے ساتھ مہجینوں سے پتھر برسائے شروع کیے اور پورے سات عینے گزر گئے اور فتح شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار میان سے نکال لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اور صحابہؓ نے ان کا ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ بجی

کے نعرے بلند کیے۔ ساتھ ہی بہادرانِ اسلام نے بھی نعرہ مارا تو قلعہ کی زمین دہل گئی۔ عیسائی یہ سمجھے کہ مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ ادھر خباب زبیر نے فکیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ فوراً کھول دیا تو بہادرانِ اسلام اندر گھس آئے۔ مقوقس نے یہ دیکھا تو صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ مسلمانوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی شہر یا ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے رہنے والوں کو بدستور سابقہ نہیں کے طور طریقے اور حالتوں پر رہنے دیتے ان کے مذہب و معاملات اور ان کی تمدنی و انتظامی وغیرہ حالتوں میں کسی قسم کا تعرض نہ کرتے۔ چنانچہ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص نے بھی وہاں ایسا ہی کیا۔ یعنی قبطیوں کی حکومت اور انتظامی حالت خود انہیں کے ہاتھوں میں رہنے دی۔ حتیٰ کہ قبطی لوگ اپنے ہی گروہ میں اپنا قاضی بھی مقرر کرتے جو ان کے معاملات کا فیصلہ کرتا تھا اور بہت سے مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں کا یہی طرزِ عمل رہا۔

مصر کی فتح کا حال جب ہر قل کو معلوم ہوا تو وہ بہت ناراض اسکندریہ پر چڑھائی ہوا۔ اور مقوقس کو لکھ بھیجا کہ قبطی اگر عربوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو رومیوں کی تعداد کیا کم تھی۔ الغرض اس نے ایک عظیم الشان فوج روانہ کی۔ کہ اسکندریہ پہنچ کر مسلمانوں کے مقابلے میں لڑے۔

ادھر حضرت عمرو بن العاص نے فسطاط کی فتح کے بعد یہاں چند روز تک قیام کیا۔ اور یہیں سے دربارِ خلافت میں لکھا کہ فسطاط فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجیں چڑھائی جائیں۔ وہاں سے منظوری آگئی تو اسلام کا عظیم جرنیل عمرو بن العاص اسکندریہ کی طرف چل پڑا یہ ۳۱ھ ہوا۔

اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان میں رومیوں کی جو آبادیاں تھیں۔ انہوں نے سید راہ ہونا چاہا اور ان کی ایک عظیم جماعت جس میں ہزاروں قبطی بھی شامل تھے فسطاط

کی طرف بڑھی کہ مسلمانوں کو وہیں روک دیں مقام کبروں میں دونوں حریفوں کا سامنا ہوا
مسلمانوں نے نہایت جوش و خروش سے جنگ کی اور بے شمار عیسائی مارے گئے۔
اس کے بعد کسی نے روک ٹوک کی جرات نہ کی اور سپہ سالار اسلام حضرت عمرؓ نے
نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا۔

مقوقس جزیہ دے کر صلح کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رومیوں کے ڈر سے نہ کر سکتا تھا۔
تاہم اس نے درخواست کی کہ ایک مدت معین کے صلح ہو جائے۔ اسلامی جرنیل عمرو بن
العاص نے انکار کر دیا۔

مقوقس نے مسلمانوں کو مرعوب کر خ کے لیے شہر کے تمام آدمیوں کو حکم دیا کہ
ہتھیار لگا کر شہر لپٹا کر فیصل پر مسلمانوں کے آنے سانسے صف جاکر کھڑے ہو جائیں
اس حکم میں عورتیں بھی شامل تھیں اور اس لیے کہ پہچانی نہ جاسکیں اور انہوں نے شہر کی
طرف منہ کر لیے تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص نے مقوقس کو کہلا بھیجا کہ ”ہم تمہارا مطلب سمجھ
گئے ہیں لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے اب تک جو ملک فتح کئے۔ وہ کثرتِ فوج کے بل
بوتے پر نہیں کیے۔ تمہارا بادشاہ ہر قل جن سروسامانی سے ہمارے مقابل آیا اور جو نتیجہ
ہوا۔ وہ تم سے محقق نہیں۔“

مقوقس نے کہا ”سچ ہے یہی عرب ہیں جنہوں نے ہمارے بادشاہ کو قسطنطنیہ پہنچا
کر چھوڑا۔“

اس پر رومی سردار نہایت غضبناک ہوئے۔ مقوقس کو بہت برا بھلا کہا اور لڑائی کی
تیااریاں شروع کر دیں۔

ادھر مسلمان بھی تیار ہو گئے۔ رومی کبھی کبھی قلعہ سے باہر نکل نکل کر لڑتے تھے
ایک دن زبردست لڑائی ہوئی تیر و خدنگ سے گزر کر تلواروں تک لڑتے آگئی۔ ایک

رومی بہادر صفت سے نکل کر آیا اور بولا، جس کو دعویٰ ہو، تنہا میرے مقابلہ میں آئے مسلمان بن محمد نے گھوڑا بڑھایا رومی نے انہیں زمین پر دے پٹکا اور جھک کر تلوار مارنا چاہتا تھا کہ ایک سوار لے آکر جان بچائی۔ عمرو بن العاص کو اس پر اس قدر غصہ آیا کہ متانت ایک طرف جناب مسلمہؓ کے رتبہ کا بھی لحاظ نہ رہا اور بولے: ”زخموں کو میدان جنگ میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟“ مسلمہؓ کو نہایت ناگوار گزارا مگر مصلحت کے پیش نظر کچھ نہ کہا۔

لڑائی کا زور اسی طرح تھا۔ آخر مسلمانوں نے اسی طرح دل توڑ کر حملہ کیا کہ دیو کو دباتے ہوئے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ دیر تک قلعہ کے صحن میں معرکہ ہوتا رہا۔ آخر دیو نے سنبھل کر ایک ساتھ حملہ کیا اور مسلمانوں کو قلعہ سے باہر کر کے دروازے بند کر دیئے۔ اس اثناء میں حضرت عمرو بن العاص، مسلمہؓ اور دو اور شخص قلعہ کے اندر رہ گئے۔ دیووں نے انہیں گرفتار کرنا چاہا۔ لیکن جب ان بہادران اسلام نے مردانہ وار جان دینا چاہی تو انہوں نے کہا دونوں طرف سے ایک ایک آدمی مقابلے کو نکلے۔ اگر ہمارا آدمی مارا گیا تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ کہ قلعہ سے نکل جاؤ۔ اور تمہارا آدمی مارا جائے۔ تو تم سب ہتھیار ڈال دو۔

اس شرط پر حضرت عمرو بن العاص نہایت خوش ہوئے۔ اور منظور کر کے خود ہی مقابلہ کے لیے نکلنا چاہا۔ مسلمہؓ نے روکا کہ آپ فوج کے سردار ہیں۔ آپ پر آنچ آئی تو انتظام میں خلل ہوگا۔ یہ کہہ کر جناب مسلمہؓ نے گھوڑا بڑھایا۔ رومی بہادر بھی ہتھیار کسبھال چکا تھا۔ دیر تک وار ہوتے رہے۔ بالآخر بہادر مسلمہؓ نے ایک الیا بھر پور ہاتھ مارا کہ رومی بہادر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

رومیوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں کوئی سردار بھی ہے۔ انہوں نے اقرار کر کے موافق قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور یہ چاروں بہادران اسلام قلعہ سے باہر نکل آئے۔ راستے

میں عمرو بن العاص نے جناب سلمہؓ سے اپنی پہلی گستاخی کی معافی مانگی۔ اسوں نے نہایت
مراخدی سے معاف کر دیا۔

محاصرہ جس قدر طول کھینچنا چلا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو زیادہ پریشانی ہوتی جاتی تھی
بھی۔ چنانچہ دوبار خلافت سے عمرو بن العاص کے نام خط آیا اور اس میں لکھا تھا۔ "شاید تم
لوگ وہاں رہ کر عیسائیوں کی طرح عیش پرست ہو گئے ہو۔ ورنہ فتح میں اتنی دیر نہ ہوتی جس
دن میرا یہ خط پہنچے، تمام فوج کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دے دو اور پھر اسی طرح جہاد کرو کہ جن کو
میں نے افسر کر کے بھیجا تھا وہ فوج کے آگے ہوں اور تمام فوج ایک دفعہ دشمن
پر ٹوٹ پڑے۔"

امیر لشکر اسلام حضرت عمرو بن العاص نے تمام فوج کو کج
فتح اسکندریہ | کر کے خطبہ پڑھا اور ایک پراثر تقریر کی جس میں جاٹا رہا اسلام
میں زبردست جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ جناب عبادہؓ صامت کو جو برسوں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے تھے۔ بلا کر کہا۔ اپنا نیزہ مجھے دیجیے، خود سر سے
عبادہ اتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے جوابے کیا کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے اور آج سپہ سالار
آپ ہیں۔ حضرت زبیرؓ بن العوام اور جناب سلمہؓ بن مخرمہ کو فوج کا ہراول مقرر کیا۔ غرض اس
عزم اور رسد سامان سے قلم بردھاوا بولہ کہ پہلے ہی پہلے میں شہر فتح ہو گیا۔

اسلام کے اس عظیم جرنیل عمرو بن العاص نے
مشرکہ فتح اور دوبار خلافت | اسی وقت معاویہ بن خدیج کو بلا کر کہا۔ "جس ق

تیز جاسکو جاؤ اور امیر المومنینؓ کو مشرکہ فتح سناؤ۔" معاویہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور
دو منزلہ سہ منزلہ کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس لیے یہ خیر
کیا کہ یہ آرام کا وقت ہے بارگاہ خلافت میں جانے سے پہلے سیدھے مسجد نبویؐ کا
کیا۔ اتفاق سے ادھر حضرت عمرؓ کی لونڈی آنکلی اور انہیں مسافر کی ہیئت میں دیکھا

پوچھا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ معاویہ بن خدیج نے کہا۔ اسکندریہ سے۔
 لونڈی نے اس وقت جا کر خبر دی اور فوراً ہی واپس چلی آئی اور بولی چلو تمہیں
 امیر المومنین بلا تے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ اتنا بھی انتظار نہ کر سکتے تھے۔ خود
 چلنے کے لیے تیار ہوئے اور چادر سنبھال رہے تھے کہ معاویہ پہنچ گئے۔ فتح کا حال
 سن کر حضرت عمر فاروقؓ زمین پر گر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ اٹھ کر مسجد میں آئے
 اور منادی کرا دی کہ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ سنتے ہی مدینہ آگیا۔ معاویہ نے سب کے
 سامنے فتح اسکندریہ کے حالات بیان کیے۔

وہاں سے اٹھ کر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کے گھر گئے۔ امیر المومنینؓ نے
 لونڈی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے وہ ردی اور روغن زیتون لائی۔ مہمان کے آگے
 رکھا اور حضرت عمرؓ بولے امیر سپاہ سیدھے کیوں نہیں چلے آئے۔ انہوں نے
 کہا، میں نے خیال کیا کہ یہ آرام کا وقت ہے۔ شاید آپ سو رہے ہوں۔ فرمایا: "افسوس
 تمہارا میری نسبت یہ خیال ہے، میں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بار کون سنبھالے گا؟"
 حضرت عمرو بن العاص اسکندریہ کی فتح کے بعد، قسطنطین کو واپس چلے گئے
 اور وہاں نیا شہر بسایا۔

اسکندریہ اور قسطنطین کے بعد اگرچہ برابر کا کبھی حریف نہیں
 رہا تھا۔ تاہم چونکہ مصر کے تمام اضلاع میں رومی پھیلے ہوئے
 تھے۔ اس لیے امیر لشکر اسلام حضرت عمرو بن العاصؓ نے ہر طرف تھوڑی تھوڑی
 فوجیں روانہ کیں کہ آئندہ کسی خطرے کا احتمال نہ رہے۔ چنانچہ خارجہ بن خلدافہ العدوی
 فیوم، اشمون، انشیم، بشر دوات، معبد اور اس کے تمام مضافات میں چکر لگائے اور
 ہر جگہ لوگوں نے خوشی سے جزیہ دینا قبول کیا۔ اسی طرح عکبر بن دہب الجبھی نے بتیس
 دس باط، تونہ زسیہ، شطا، وقیلہ، بنا، بعد ہیسیر کو مستعمر کیا۔ عقبہ بن عامر نے مصر

کے تمام نشیبی حصے فتح کیے۔ چونکہ ان لڑائیوں میں نہایت کثرت سے قبطی اور رومی گرفتار ہوئے تھے۔

فاتح مصر و فلسطین اور اسلام کے مایہ ناز عظیم جرنیل حضرت عمرو بن العاص نے دربار خلافت کو لکھا کہ ان قیدیوں کے بارے میں کیا کیا جائے۔ امیر المومنینؓ نے جواب میں لکھا کہ سب کو بلا کر کہہ دو کہ ان کو اختیار ہے، مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں اگر اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ورنہ جزیہ دینا ہوگا جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔ جناب عمرو بن العاص نے تمام قیدیوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں تھے ایک جگہ جمع کیا۔ عیسائی سرداروں کو بھی طلب کیا، مسلمان اور عیسائی الگ الگ ترتیب سے آئے سائے بیٹھے دیر میں ان قیدیوں کا گروہ تھا۔ پھر فرمان خلافت پڑھا گیا تو بہت سے قیدیوں نے جو مسلمانوں میں رہ کر اسلام کے ذوق سے آشنا ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے۔

گورنر جنرل مصر | مہر کو حضرت عمرؓ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ بالائی حصہ جس کو عربی میں صعید کہتے ہیں اور اس میں ۲۸ ضلع شامل

تھے ایک الگ صوبہ قرار دے کر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور نشیبی حصہ جس میں ۱۵ اضلاع شامل تھے۔ اس پر ایک دوسرا افسر تعینات کیا۔ اور حضرت عمرو بن العاص بطور گورنر جنرل بنا دیئے گئے۔

یاد فرستہ | کچھ لوگ حضرت عمرو بن العاص کی عیادت کو آئے تو دیکھا وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے۔ اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور

پھوٹ پھوٹ رونے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یہ بشارتیں نہیں دے چکے تھے؟

انہوں نے لبشارتیں سنائیں۔ لیکن ابن عاصؓ نے روتے ہوئے سر سے اشارہ کیا۔

پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے: ”میرے پاس افضل دولت۔“

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ۔ کی شہادت ہے۔ مجھ پر تین حالتیں

گزری ہیں۔“

☆ ایک وقت وہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا۔ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً جہنمی مڑتا۔

☆ پھر ایک وقت ایسا آیا۔ جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے دست مبارک دراز کیا۔ مگر پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا۔ عمرو! تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ ایک شرط چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ کون سی شرط۔ میں نے عرض کیا۔ یہ شرط کہ میری تشفی ہو جائے۔ اس پر ارشاد ہوا۔ اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے۔ حج بھی مٹا دیتا ہے۔ یہ روایت ابن عاصؓ کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے، اس وقت میں نے اپنا یہ حال دیکھا کہ نہ تو رسولؐ کے سوا زیادہ مجھے کوئی انسان محبوب اور نہ رسولؐ اللہ سے زیادہ کسی کی عزت میری نگاہ میں تھی میں سچ کہتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے آپ کا حیلہ پوچھے تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اگر میں اس حالت میں مرجاتا۔ تو میرے جنتی ہونے کی پوری امید تھی؟“

☆ پھر ایک زمانہ آیا۔ جس میں ہم نے بہت سے اونچے نیچے کام کئے۔ میں نہیں جانتا کہ اب میرا کیا حال ہوگا؟“

آخری لمحات

حضرت عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے، جن کے موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں۔ مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے۔ "لوگوں کو یہ بات یاد دہانی جب وہ خود اس منزل پر پہنچ گئے تو عبد اللہ بن عباس نے یہ معقولہ یاد دلایا۔ ایک روایت ہے کہ خود ان کے بیٹے نے سوال کیا تھا۔

آخری کلمات

الغرض مصر و فلسطین کے چپے چپے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والا عظیم مسلم جرنیل حضرت عمرو بن العاص جب موت کے بالکل قریب آگیا۔ تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ معنی یہ کس لیں۔ اور بارگاہ ایزدی میں یہ دعا کرنے لگا۔

"الہی تو نے حکم دیا اور ہم نے حکم عدول کی۔ الہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ الہی میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقت نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا۔"

اس کے بعد تین مرتبہ کہا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔



ثانیۃً، نظامِ دین و دنیا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اپنوں اور غیروں کی نظر میں

مؤلف

حفیظ اللہ خان منظر

(زیر طبع)

دھنک پرقدم

(آدمی انعام یافتہ)

اختر ریاض الدین

۱۲ روپے

اپنے وقت کا بہترین سفر نامہ جس کو محترم

نے نئے انداز سے تحریر کیا ہے۔

کلیاتِ شکیل

۱۵ روپے

شکیل بدالونی

شکیل (مرحوم) کے غزلوں کا مجموعہ

رابعہ ہاؤس

بخشتی مارکیٹ ۵ انارکلی لاہور

مشکور حسین یاد کی

تازہ ترین تصنیف

دشنام کے آئینے

جن کا دیکھنا مشکل ہوتا ہے،
لیکن مشکور حسین یاد اس انداز سے یہ آئینے دکھاتے ہیں کہ
دیکھنے والا برا نہیں مانتا۔ اردو کی ایک زندہ جاوید کتاب جسے بار بار پڑھنے
سے بھی جی نہیں بھرتا۔ ————— قیمت ۱۲ روپے

عظیم مزاح نگار کی عظیم تصنیف

اجنبی صورتیں

جیسے اپنی صورت دیکھیے اور اپنی
صحبت کا اندازہ لگائیے، مگر ٹھہریے! اس کتاب میں آپ کو
بہت سے معاشرتی کرداروں کی صورتیں بھی نظر آئیں گی جنہیں دیکھے بغیر آپ آگے
نہیں بڑھ سکتے۔ مشکور حسین یاد کے فکر انگیز مضامین کا اچھوتا مجموعہ ————— قیمت ۸ روپے

رابعہ بک ہاؤس مجنشی مارکیٹ، انارکلی، لاہور

اپنی دنیا بنانے کے لیے دین کی مدد کیجیے!

از: حکیم الامت محققِ دُوراء حضرت علامہ اشرف علی صاحب تھانویؒ
کی مکمل اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دین کا بانی

جو آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کی رہنمائی کرے گی، جو بڑی بڑی فقہ کی کتابوں کا پتھر ہے، جو اس دورِ کفر اور بے دینی میں لہو و لعب سے نفرت اور نیکی و سچائی کا راستہ بتائے گی، جو یومِ پیدائش سے مرنے تک دین کو مضبوط، عقائد کو بچتے، ایمان کو مستحکم اور جسم و روح کو روشن اور منور بنائے گی۔ یہ کتاب تقریباً دو ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں بہشتی زیور کے تمام مسائل آگئے ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت اسلامی زندگی کے ضابطہ اور قانون کی کتاب ہے۔

ملنے کا پتہ

رابعہ بک ہاؤس بخشی مارکیٹ انارکلی لاہور

دیوان غالب

اُردو کے سب سے بڑے شاعر
اسد اللہ حناں غالب
کا مجموعہ کلام جو ہر دور میں سدا بہار رہتا ہے
اعلیٰ کتابت، عمدہ طباعت اور خوبصورت سرورق
قیمت صرف ۱۲ روپے

پچھلے پر

معروف و مقبول شاعر جاں نثار اختر کی دلنواز شاعری کا مجموعہ جسے انتہائی
دیدہ زیب انداز میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل
ہے۔ آج ہی اسے اپنی لائبریری کی زینت بنائیے۔ قیمت صرف ۱۰ روپے

وابدہ بک ہاؤس بخشی مارکیٹ، انارکلی لاہور

روشن روشن چہرے — روشن روشن تذکرہ

احوال بزرگانِ دین

اللہ کے اُن برگزیدہ بندوں کے مختصر سوانح جن کی زندگیاں انسانیت کے لیے سرچشمہٴ رشد و ہدایت اور منبع فیوض و برکات ہیں۔ دلوں کی سیاہی مٹانے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ سعید اے شیخ کے قلم سے ایک اہم کتاب

قیمت صرف ۶ روپے

اقوال بزرگانِ دین

برگزیدہ ہستیوں کے فرمودات کا گلدستہ — زندگی کے تجربوں کا حاصل —
ایسے اقوال زریں جو زندگی کے ہر گام پر آپ کی رہنمائی کریں گے۔ سعید اے شیخ کی
برسوں کی شب و روز محنت کا ثمرہ۔ ایک ایسی کتاب جس کے مطالعے سے شاہراہ
حیات جگمگا اٹھے گی۔

قیمت صرف ۶ روپے

رابعہ بک ہاؤس بخش مارکیٹ۔ انارکلی لاہور

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ
صَفًّا كَانَهُمْ بَنِيَانٌ مَرصُوعُونَ (القرآن)

اے شک اللہ تعالیٰ کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سید پلائی ہوئی دیوار ہیں

اسلام کے چار عظیم جہاد

(۱) اور

اُن کے حیرت انگیز کارنامے

(حضرت سعد بن ابی وقاص (فاریح ایران) (۲) حضرت خالد بن ولید (فاریح عراق و شام)
(حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (فاریح شام) (۴) حضرت عمرو بن العاص (فاریح مصر و فلسطین)

مرتبہ: حفیظ اللہ خان منظر

رابعہ بک ہاؤس، بجٹی مارکیٹ، انارکلی، لاہور